# امہات الامّہ

## حصۂ اوّل

الملقب بہ

# ازواجِ پیغمبر

از شمس العلماء مولوی حافظ محمد نذیر احمد صاحب مرحوم

ایل۔ ایل۔ ڈی۔ ڈی او ایل

مرتبہ

محمد عبد الراشد الخیری۔ ایڈیٹر عصمت و تمدن

سنہ ۱۹۱۵ء

تمدن پریس دہلی میں ۱۳۳۳ شائع ہوئی

# عِصمت

(دہلی)

جہاں یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے کہ تعلیم نسواں ترقی کا پہلا زینہ ہے وہاں اکثر بزرگان قوم نے یہ بھی مان لیا ہوا ہے کہ مطالعہ کیواسطے عصمت ایک نعمت ہے جس میں دینی اور دنیوی دونوں قسم کی خیالات و بہ... لہذا ہر کورس لڑکیوں کیواسطے عصمت سے بہتر سہیلی عصمت سے بہتر شفیق رفیق عصمت سے بہتر ناصح ملنا ناممکن ہے عصمت انکو بتاتا ہے کہ کو بیٹی کی زندگی اُن کو کس طرح گزارنی ہے۔ ماں باپ کا ادب بہن بھائیوں کی خدمت۔ بڑوں کی تعظیم چھوٹوں سے محبت ان کا فرض منصبی ہے جب نئی دنیا میں آنا ہوتا ہے اس کے لیے انہیں کیا تیاری کرنی ہے جو دقتیں اُن کو پیش آئینگی ان کو کس طرح رفع کرنا ہے۔ ساس نندوں کے ساتھ اُن کے تعلقات کیسے ہونے چاہئیں۔ غرض ان کی تمام زندگی کا خطرہ اسکو پیش نظر رکھ کر مطمئنا باطمینان بسر کرنے کے واسطے عصمت سے بہتر ذریعہ اسکا کوئی نہیں عصمہ ایک ایک حرف گوہر آبدار ہے ہر مہینہ (۶۴) صفحہ کا رسالہ کوڑیوں کے مول ہوتی ہے سالانہ

منیجر عصمت۔ و تمدن۔ ۱

**راحتِ نسوانی** ملک کے مشہور اہل قلم مولوی سید احمد صاحب مؤلف فرہنگ آصفیہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے اب چند باقی ہیں۔ بیگماتی تعلیم سلیس کی زبان اور واقعات اس قدر دلچسپ کہ بلا ختم کیے کتاب ہاتھ سے نہ۔ بیگم کا شباب اور انجام والدین کے کرشمے جیا سوں کی مکاری المختصر حسرت زمانی اعمدہ کتاب ہے جو مردانہ و زنانہ دونوں کتب خانوں کو زیب دہ ہوگی اور جس کا ہر گھر اور کتب خانہ نہایت ضروری ہے قیمت ایک روپیہ (عہ)

نوٹ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں ذمہ خریدار ہے۔

منیجر عصمت و تمدن دہلی سے طلب کیجئے

# التماس

امہات الامہ جو عم مغفور و استاد مرحوم شمس العلما مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی کی آخری تصنیف اور اردو لٹریچر کا ایک بیش بہا ذخیرہ تھا جب چند خوش اعتقاد طلبا کی عنایت سے پردہ دنیا سے ناپید ہوئی اور کتاب کا اصلی مقصد جو یورپ کے سامنے حضور اکرم صلعم کی ذات پاک کو تعدد ازدواج کے متعلق اغراض نفسانی سے پاک ثابت کرنا تھا پورا نہ ہوا تو میں نے ایک نسخہ بہ فضل تمام فراہم کیا اور مولانائے مغفور سے نظر ثانی کی التجا کی معبود حقیقی اس پاک روح کو جوار رحمت میں جگہ دے جس نے میری التجا قبول کی اور میں اس قابل ہوا کہ امہات الامہ کا حصہ اول شائع کر سکوں کتاب کے انگریزی ترجمہ میں ڈاکٹر مشرف الحق صاحب ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی اور آپ کی اہلیہ محترمہ جو انگریزی خاتون ہیں مصروف ہیں زندگی ہے تو وہ کوشش بھی بار آور ہوگی۔

ظاہر ہے کہ امہات الامہ پردۂ دنیا سے ناپید ہو چکی اور مولانائے مغفور بھی رحلت فرما گئے مگر مخالف دنیا اب دیکھ لے کہ رسالت ماب کی پاک زندگی کے حالات ایسی حالت میں کہ روئے سخن ان لوگوں سے ہو جو منطق و فلسفہ سے باہر قدم تک نہیں رکھتے اس قابلیت سے لکھدینے والے اب قوم میں کتنے بزرگ ہیں اور علامہ بلگرامی مرحوم کی یہ آرزو کہ کاش امہات الامہ کا ترجمہ میں کرتا کہاں تک حق بجانب تھی۔

بہر حال وہ دفتر گاؤ خورد ہوا اب **امہات الامہ** کا دوسرا ست زیر طبع اور انگریزی ترجمہ ہاتھوں میں ہے اور جس خدا نے کام یہاں تک پہونچا دیا ہے اس سے اُمید ہے کہ وہ منزلِ مقصود تک بھی پہونچا دیگا۔

جن حضرات نے امہات الامہ کی تکمیل میں میرا ہاتھ بٹایا ہے وہ اپنے صلہ کی توقع اُسی سچے رسول سے رکھیں جس کی شفاعت ہمارا ایمان ہے اور **امہات الامہ** کی اشاعت جس رسول برحق کی سچی خدمت ہے۔

اس موقعہ پر میں اپنے برادر محترم مولوی بشیرالدین احمد صاحب کا شکریہ اُدا کرتا اپنا فرض سمجھتا ہوں جن کی وجہ سے **امہات الامہ** ناپید ہو کر پیدا ہوئی +

راشد الخیری

# ازدواج پیغمبرؐ

مصنّفہ

شمس العلماء مولانا حافظ محمد نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی

ڈی۔ او۔ ایل۔ مرحوم و مغفور

ہم تو ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک وقت کا ایک تقاضا ہوتا ہے خاص۔ یعنی ہر ایک وقت کے لوگ سب نہیں تو اکثر ایک خاص خیال کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا چرچا تھا۔ عیسےٰ کے طب کا ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں زبان عربی کی فصاحت بلاغت کا ہم نے اپنے ابتدائے شباب میں بہت سے چرچے دیکھے۔ ناچ رنگ کے۔ گانے بجانے کے شعر و شاعری کے پتنگ بازی بٹیر بازی۔ شطرنج بازی بہتیری بازیوں کے اکھاڑوں میلے تماشوں کے۔ یا اب انگریزی عملداری۔ انگریزی تعلیم کی بدولت دیکھ رہے ہیں۔ آزادی کے۔ رفارم یعنی اصلاح کے۔ اخبار اور رسالوں کے۔ انجمنوں کانگرسوں۔ اور کانفرنسوں کی کمیٹیوں اور سوسائیٹیوں کے اشتہاروں اور

تعلیم گاہوں کے۔ مذہبی مناظرات کے اور بالآخر سودیشی[1] کے اور [illegible] کے
سوراج کے۔ یہ جتنے چرچے ہیں۔ سب انہی سے نکھریں آزادی کے ان سب
چرچوں میں سے ہم کو صرف اُس آزادی پر کچھ لکھنا ہے۔ جو مذہبی مناظرات میں
برتی جاتی ہے۔ انسان کی بناوٹ پر نظر کرتے ہیں تو وہ ایک تو جسم رکھتا ہے جو
اس طرح کا جسم اور جانوروں کے پاس بھی ہے جسم کے علاوہ ایک خاص چیز
کی روح ہے وہ مغز ہے اور جسم پوست وہ مخدوم ہے اور جسم خادم وہ کارفرما
ہے اور جسم کارکن وہ سوار ہے اور جسم سواری۔ وہ مثلاً بڑھئی کی جگہ ہے اور جسم اوزار
کلہاڑی بسولے۔ آرے کی جگہ پہلے آدمی کے دل سے ارادہ پیدا ہوتا ہے
اور پھر وہ ارادہ اعضاء و جوارح کے ذریعے سے عمل میں لایا جاتا ہے۔ یعنی

---

[1] سودیشی اور سوراج ہندی لفظ ہیں زبان سنسکرت سے ماخوذ۔ سودیشی کے معنی ہیں
کہ اپنے دیس کی بنی ہوئی ساز و سامان زندگی استعمال کیا جائے۔ سوراج کے معنی ہیں اپنی حکومت
کہ ہم اپنے جھگڑے انگریزی عدالتوں میں نہ لے جائیں بلکہ خود فیصلہ کر لیا کریں۔ پھر ہندوستان
میں ہمارا راج ہو اور ہماری حکومت ہو۔ اسی طرح انگریزی زبان کا لفظ بائیکاٹ ہے اس کے معنی ہیں کہ غیر
ملکوں کے بنائے ہوئے ساز و سامان زندگی کے استعمال کو روکا جائے۔ ہندوستان میں
یہ تحریک انگریزی کی مخالفت میں بنگال سے شروع ہوئی کہ انگریزوں نے صوبہ بنگال کو تقسیم کر کے
مشرقی حصے کا علاقہ جدا کر دیا۔ بنگال کے ہندوؤں نے تقسیم بنگال میں
اپنا ملکی نقصان دیکھ کر ہندوستان سے لے کر ولایت تک اس کی مخالفت کی مگر [illegible]
نہ ہوئی اس کو روکنے کے انتظام سے [illegible] ہندو جماعت نے سودیشی اور بائیکاٹ [illegible]
شورش برپا کی اور اس تحریک میں ہندوستان کے اور حصے بھی کچھ شامل ہو گئے
اور [illegible] یہ شورش برسر ترقی ہو کر [illegible] زور پکڑتی گئی [illegible]
کے علاوہ چین جاپان میں [illegible] زور ہو گیا تو بغاوت کا رنگ [illegible]

ارادہ عمل کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے اب آزادی کے اعتبار سے دیکھتے ہیں کہ ارادہ اور عمل کہاں تک آزاد ہو سکتے ہیں تو عمل کو تو کسی طرح آزاد کہہ ہی نہیں سکتے وہ شروع ہی سے محکوم ارادہ ہے اور چونکہ اعضا و جوارح کے ذریعہ سے وقوع پذیر ہوتا ہے اور اعضا و جوارح بجائے خود جسم میں بہت سے اسباب خارجی اس کے وقوع کو روک دے سکتے ہیں آدمی پرندوں کی طرح ہوا میں اڑنا چاہے تو اڑ نہیں سکتا چوری کرنا چاہے تو لوگ اسکو چوری نہیں کرنے دیں گے پس عمل کو صرف ایک محدود حلقے میں آزاد کہہ سکتے ہیں رہا ارادہ وہ البتہ بنظر ظاہر آزاد معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اختیار رکھتا ہے جو چاہے خیال کرے جو چاہے سوچے مگر نہیں عمل کا پیرایہ اختیار کرنے کے علاوہ وہ محکوم ہے صحبت کا تعلیم و تربیت کا۔ آب و ہوا کا۔ تقاضائے عمر کا۔ مذہب کا رسم و رواج کا بزرگوں کی تقلید کا غرض مطلق آزادی ارادے اور خیال کو بھی نصیب نہیں لوگ ان قیود اور شرائط کا لحاظ تو کرتے نہیں ستو باندھ مطلق آزادی کے پیچھے پڑتے ہیں اور اسی سے دنیا میں بدامنی پھیلتی ہے حاکم وقت ارادے اور خیال تک تو دست رس نہیں رکھتا ہاں نقص امن کا اندیشہ ہو تو خیال کو عملی صورت اختیار کرنے سے روک سکتا ہے اور قانون اور کچہریاں اور عدالتیں اسی مرض کی دوا ہیں کئی برس ہوئے گوڑگانوہ کے ایک پادری صاحب مذہبی مناظرے کے پیرایہ میں حد اعتدال سے بڑھی ہوئی آزادی عمل میں لائے کہ اپنے ایک رسالے میں پیغمبر صاحب آخر الزمان صلعم کی نسبت ان کی بیبیوں کے بارے میں بڑی زبان درازی کی جس سے جمہور مسلمین کی بڑی دل آزاری ہوئی مسلمان جگہ جگہ استغاثہ فوجداری کی تیاریاں کرنے لگے اور جگہوں کا حال معلوم نہیں دلی سے کچھ لوگ [illegible] لیکر شملے گئے بارے پادری صاحب کی کتاب کی اشاعت حکماً بند کردی گئی

اسی اثنا میں سر سید احمد خاں مرحوم مغفور بھی پادری صاحب کی کتاب کا جواب لکھ رہے تھے مگر وہ پورا نہیں ہونے پایا تھا کہ سید صاحب انتقال فرما گئے ہم نے تو نہ پادری صاحب کی کتاب دیکھی اور نہ سید صاحب کا جواب جواب مگر اتنی بات پہلے سے معلوم ہے کہ پادری صاحب نے سخت نادانی سے جو اعتراض ہیں کوئی نئی بات اپنی طبیعت سے تو ایجاد کی نہیں کی اور تو نہیں مگر جواب تو خود قرآن میں موجود ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً جواب کا یہ فقرہ دلالت کرتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت بھی پیغمبر صاحب کی زندگی میں بعض لوگ زن و فرزند کے تعلقات کو خلاف شان پیغمبر سمجھتے ہیں اور ان ہی تعلقات کی وجہ سے جناب رسالت مآب کی رسالت سے منکر تھے۔ غرض پہلا اعتراض ہے اور علماء اسلام نے اس کے دندان شکن جواب بھی دیئے ہیں مگر مسلمان ہو کر اپنے پیغمبر کے تقدس کی اپنے مقدور بھر اور اپنے طور پر حمایت کیجئے جو علم سے نہیں رہا جاتا اور یہ بات بھی ہے کہ اعتراض کسی مسلمان کے کان میں پڑے اور اسکا جواب نہ دیا جاوے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کی نسبت خیال فاسد کو ہم صرف ادب دل میں جگہ دیا جائے تو ایمان کے جاتے رہنے کا خوف ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

پیغمبر صاحب کے کثیر الازدواج ہونے سے ہمکو انکار نہیں۔ اس کو سب مانتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کے انتقال کے وقت بی بی عائشہ۔ سودہ۔ حفصہ۔ ام سلمہ۔ زینب بنت جحش۔ ام حبیبہ۔ جویریہ۔ صفیہ۔ میمونہ۔ زینب ان سب نکاح میں تھیں تو الد تناسل کی قوت کو لوگوں نے کچھ آج سے نہیں

سلہ اور (اے پیغمبر) تم سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں بھی دیں اور اولاد بھی دی ۱۲

قدیم الایام سے بری طرح استعمال کرکے اس قدر شرمناک چیز بنا دیا ہے کہ جائز طور پر بھی بڑی پردہ داری کے ساتھ اس سے کام لیا جاتا ہے حالانکہ بقائے نوع انسانی اسی قوت پر موقوف ہے جتنے آدمی ہو گذرے ہیں اسی قوۃ سے پیدا ہوئے اور جو آئندہ ہوں گے وہ بھی اسی قوۃ سے پیدا ہوں گے پردہ تو اس قدر کیا جاتا ہے اور کوئی فرد بشر اس سے خالی بھی نہیں۔ زناشوئی کے جتنے تعلقات ہیں سب اسی غرض سے کیے جاتے ہیں اور پردے کی پوچھو تو وحشی سے وحشی قومیں بھی آگا پیچھا چھپائے رکھتی ہیں کپڑا میسر نہیں تو پتے ہی سہی یہ پردہ تو اس وقت سے ہے کہ مذہبی روایت کی رو سے جب خدا نے آدم اور حوا کو بہشت سے نکالا تو ان کی اس وقت کی حالت کا بیان قرآن میں ہے بدت لہما سوآتہما وطفقا یخصفان علیہما من ورق الجنۃ بایں ہمہ توالد تناسل کی قوۃ فی حد ذاتہا ہرگز بری نہیں اور جو اس کو برا سمجھے وہ حکمت بالغہ الٰہی پر اعتراض کرتا ہے خدا تو ہر چیز پر قادر ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون خدا چاہتا تو مرد اور عورت کو ایسی قابلیت دیتا کہ مرد کھانسا اور مونہہ سے بیٹے اگل دیئے عورت چھینکی اور ناک سے بیٹیاں جھڑ پڑیں مگر اس نے جو توالد تناسل کا قاعدہ جاری کیا ہے تو اسکی مصلحت کو وہی خوب جانتا ہے الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر۔ پس ماننا کہ حقیقت میں خدائے تعالیٰ کے ارادے کا نفاذ کرنا

---

سلہ جوں ہی آدم و حوا نے درخت ممنوعہ کے پھل کو چکھا تو دونوں کی پردہ کرنے کی چیزیں انکو دکھائی دینے لگیں اور لگے بہشت کے پتوں کو اپنے اوپر چپکانے - اسکے ماننا جیسے آدم ویسے عیسیٰ کہ خدا نے مٹی سے آدم کو بنا کے پتلے کو کہا اسکو حکم کیا کہ آدمی بن جا ورنہ آدم بن گیا

سلہ بھلا ہو سکتا ہے کہ خدا جو پیدا کرے وہی مخلوقات کے حال سے ناواقف ہو حالانکہ وہ بڑا باریک بین باخبر ہے

اور اسی کی مرضی کی تکمیل ہے اور اسی سے پیغمبر صاحب نے فرمایا[1] لا رهبانية
فی الاسلام اور النکاح[2] من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی اور جو لوگ
اس سے اعراض کرتے یا اسکو فعل قبیح سمجھتے وہ ابطال حکمت الٰہی کے درپے
ہیں اور چاہتے ہیں توالد تناسل موقوف ہوکر دنیا آخر کار اجڑ جائے۔ بانگی دیکھکر
اناج کے ڈھیر کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ اچھا ہے یا برا مذہب بھی احکام کا
انبار ہے اور رہبانیت بانگی۔ اسلام اور عیسائیت میں مقابلہ کرکے دیکھا اچھا کونسا
ہے اچھا پھر ایسی ضروری اور عالمگیر قوۃ کو کس وجہ سے شرمناک قربانی اور
اس میں کیا برائی دیکھی کہ لوگ چار و ناچار اس سے کام بھی لیتے ہیں اور چور کی
کی طرح چھپاتے بھی ہیں آؤ ذرا اس قوۃ کی تشریح کریں جس سے فہم مدعا
میں سہولت ہو پہلی بات یہ ہے کہ خلاق عالم نے یہ قوۃ شہوانی دو مرد و زن
دونوں میں ودیعۃ رکھی ہے مردوں میں بشکل قوۃ فاعلہ اور عورتوں میں بصورۃ منفعلہ
یعنے مرد و زن دونوں اس قوۃ سے متمتع ہونے کے حقدار ہیں پس آزادی استعمال
قوۃ میں پاس حق فریق ثانی کی ایک ضروری قید بڑھی اور الانسان[3] حریص
علی ما منع کی رو سے فتنہ فساد کی جڑ قایم ہوئی مشارکۃ ایسی بری چیز ہے
کہ خدا تک کو گوارا نہیں جتنے بڑے بڑے جھگڑے لوگوں میں ہوتے ہیں تحلیل
کرو دیکھو مشارکۃ پر جاکر منتہی ہوں گے۔ زید خالد کے گھر میں چوری کرتا ہے
اس کے یہی معنے ہیں کہ زید زبردستی خالد کے مال میں شریک بننا
چاہتا ہے خالد اسکو جائز نہیں رکھتا۔ زید نے خالد سے میعادی قرض

[1] اسلام میں رہبانیت یعنے ترک دنیا نہیں ہے۔

[2] پیغمبر صاحب نے فرمایا نکاح میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقے سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں

[3] آدمی جس چیز سے روکا جاتا ہے اس کے کرنے پر زیادہ حریص ہوتا ہے

لیا اور وقت پر ادا نہ کیا خالد نے عدالت میں جا دعویٰ دائر کیا اس صورت میں زید خالد کے مال سے اس کے تمتع میں ناجائز طور پر شرکت کرنی چاہتا تھا جو وجہ مخاصمت قرار پائی اسی طرح مرد اور عورۃ کے معاملے میں خدا نے اس تمتع میں جو توالد تناسل کی قوۃ سے حاصل ہوتا ہے مرد اور عورۃ دونوں کو شریک یکدیگر ٹھیرا دیا ہے مرد عورت کو اس کے تمتع سے محروم کرنا چاہے یا عورت مرد کو متمتع نہ ہونے دے تو اس کا ضروری نتیجہ ہے بگاڑ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ دنیا میں کروڑوں مرد ہیں اور کروڑوں ہی عورتیں ہیں تو پہلی ضروری شرط اس قوت میں ساجھا کرنے کی رضائے فریقین یعنے ایجاب و قبول یعنے نکاح متعارف ہے۔ اب یہ ہماری زمین ہے کہ اس میں کروڑوں بیگھہ جوتنے بونے کے قابل ہے اور کروڑوں ہی کاشتکار ہیں تو لوگوں نے زمین کو آپس میں بانٹ رکھا ہے زمینداروں نے گاؤں گاؤں کی حد بندی کر رکھی ہے اور ان کے ذیل میں کاشتکاروں نے کھیت کھیت کی۔ اس باہمی تقسیم کی بدولت ملک آباد ہے نہ دنگا ہے نہ فساد ہے یہی مثال خدا نے قرآن میں عورتوں کو بھی دی ہے نساءکم[1] حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم دنیا بھر کی عورتیں مردوں میں تقسیم ہیں کھیتوں کی جتائی بوائی ہو رہی ہے پندرھویں بیسویں برس مردم شماری کی جاتی ہے پیدا اور آبادی سوائی ڈیوڑھی بڑھتی جاتی ہے تمام جہان کے لوگ اس قاعدے کے تو پابند ہیں کہ جو عورت جس مرد کے نکاح میں ہے کوئی دوسرا اس میں ساجھا نہیں کر سکتا یعنے عورۃ ایک وقت میں ایک مرد سے زیادہ کی جورو ہو نہیں سکتی مگر مسلمانوں میں ایک مرد وقت

[1] تمہاری بیبیاں (گویا) تمہاری کھیتیاں (ہیں) تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔

واحد میں چار تک کرسکتا ہے بظاہر اس وقت عدد ہیں مردوں کے ساتھ بے جا رعایت ہے اور معترض کہہ سکتا ہے کہ جب مرد اور عورت دونوں توالد تناسل کی قوۃ سے متمتع ہوتے ہیں یعنے قوۃ میں دونوں حصے دار ہیں تو کیوں مرد کو وقت واحد میں چار بیبیوں کے جمع کرنے کا اختیار دیا جائے اور عورت نزلہ برعضو ضعیف ایک ہی ہو کر رہے۔ جن لوگوں کی نظر غائر نہیں ہے اس اعتراض کو سُنکر بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ تمتع ہونے کے اعتبار سے مرد اور عورت دونوں توالد تناسل کی قوۃ میں سے فی الواقع ایک دوسرے کے شریک تو ہیں مگر برابر شریک نہیں مرد کا حصہ غالب ہے اور زیادہ حصہ دار ہے اور اسی لیے اس کے ساتھ بجا رعایۃ کی گئی ہے اور وہ اسکا حق ہے اور معاوضہ ہے اس کے حصہ زائد کا جس طرح کاشتکاروں کو تقاوی دیکر کاشتکاری کی ترغیب دی جاتی ہے تاکہ کوئی قابل زراعت زمین افتادہ نہ رہے اور جس قدر پیداوار کا زمین سے حاصل کرنا ممکن ہے حاصل کی جائے اسیطرح اس حکیم علی الاطلاق نے تمتع کو موجب ترغیب نکاح قرار دیا کاشتکاری سے مقصود اصلی پیداوار اراضی کا حاصل کرنا ہے نکاح سے اولاد کا۔ لوگوں نے کوتاہ نظری سے تمتع ہی کو نکاح کی غرض وغایۃ سمجھ لیا ہے تو یہ خود انکی غلط فہمی ہے جس طرح غذا سے مقصود تغذیہ جسم ہے اور ذائقہ بیش بریں نیست کہ ترغیب ہے۔ تمتع میں جو ہم نے مرد کو شریک غالب کہا اسکی وجہ یہ ہے کہ عورت کے پیچھے حمل اور ارضاع وغیرہ کے عوارض بھی لگے ہیں اور ان وقتوں میں فطرۃً تمتع سے محروم رہتی ہے اور اسکو خود تمتع کی خواہش نہیں ہوتی +

برخلاف مرد کے کہ تولید تخم کی صلاحیت تک اس میں تمتع کی صلاحیت باقی رہتی ہے سالہا سال اور ان ہی عوارض کی وجہ سے جو ان کو لازم ہیں عورتیں بہت جلد بوڑھی ہوجاتی ہیں وہی نساؤکم حرث لکم کی مثال پیش نظر رکھو تو مردوں کی تکثیر ازدواج کی مصلحت کو آسانی سے سمجھ لوگے کہ کاشتکار متعدد کھیتوں میں تخم ریزی کرکے پیداوار کو بڑھا سکتا ہے لیکن کھیت میں اوپر تلے تخم ریزی کی جائے تو عجب نہیں سب تخم ضائع جائیں کیونکہ کھیت ایک ہی تخم کی پرورش کرسکتا ہے جہاں جہاں ولادت کے صحیح جنتر ترتیب دیے جاتے ہیں ان سے یہ بات پائی گئی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی پیدائش میں قریب قریب سینتالیس ۴۷ اڑتالیس ۴۸ اور ترپن باون کی نسبت ہے۔
امریکہ اور فرانس میں ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ اس قباحت کا انسداد صرف تکثیر ازدواج کے اسلامی قاعدے کے رواج دینے سے ممکن ہے بہرکیف بقائے نسل کے لیے مناکحت کا ہونا ضرور ہے اور مردوں کے لیے تکثیر ازدواج بھی افزائش آبادی کی ایک تدبیر ہے لیکن تکثیر نامحدود بھی مناسب نہیں اس میں بھی طرح طرح کے فسادات کا خوف ہے کم از کم کثرت عیال تو جس کا لازمی نتیجہ ہے افلاس اور سوکنوں کی ہر وقت کی دانتا کلکل کا۔ عورتیں کہا کرتی ہیں سوکن زہر کی چھری ایک بھی بری۔ بہت سوکنیں ہونگی تو گھر کو ہمچو عالم است دوزخ اوی بنادیں گی لیکن عام طور پر تکثیر ازدواج کی حد کا قرار دینا کچھ آسان کام نہیں مقنن کیسا ہی کہنہ معلومات پیش بین اور دور اندیش کیوں نہ ہو ازدواج کے معاملے میں اتنی شخصی اور ملکی حالتوں کو دخل ہے کہ سب پر لحاظ محال جیسے کام خدا ہی کے کرنے کا تھا اور اسی نے تکثیر ازدواج کو چار تک محدود کردیا اور اس کی مصلحت کو ہر کوئی خوب جانتا ہے

ہم سے چار کی وجہ تخصیص پوچھو تو ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے دیکھنے میں تو چار کے عدد میں نسل کے بڑھانے کے ساتھ عورتوں کے حق کی رعایت بھی کما ینبغی ملحوظ ہے اور زناشوئی کے تعلق میں بھی وہ باتیں خیال کرنے کی تہیں مطلب ہے ذرا پیچیدہ لہذا ناظرین کے سمجھانے کے لیے ہم اسکو پھر صراحۃً سے بیان کرتے ہیں کہ دنیا کے حالات پر نظر کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین جبطرح پر موالید ثلثہ جمادات، نباتات حیوانات سے آباد ہے خدا کو منظور ہے کہ وقت موعود قیامت تک اسیطرح آباد رہے قیامت کب آئے گی اور کیونکر آئے گی یہ مقام اس بحث کے چھیڑنے کا نہیں ہے مگر کبھی کبھی تو آئے گی یہ خدا کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ قیامت کا وقت خدا نے کسی کو نہیں بتایا۔ اور کوئی اسکو جان نہیں سکتا اچھا پھر خدا زمین کا اسی طرح موالید ثلثہ سے آباد رہنا بھی چاہتا ہے اور موالید ثلثہ ہیں کہ ان کی حالت میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ اور نباتات اور حیوانات میں بڑا تغیر مرنیکا ہے۔ جسکو قیامت سے تعبیر کیا جاتا ہے تو خدا نے زمین کے آباد رہنے کا یہ انتظام کیا کہ جو چیزیں فنا ہونے والی ہیں ان کو اپنا جانشین پیدا کرنے کی استعداد عطا فرمائی درخت ہیں کہ بیج پیدا کرتے ہیں اور بیج آخر کو ویسا ہی درخت بن جاتا ہے حیوانات فردولوہ مل کر بچے پیدا کرتے ہیں ذکور و اناث دونوں قسم کے ایک دونہیں کئی کئی اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مردم شماری برابر بڑھتی چلی جا رہی ہے خدا نے اپنے علم میں بنی آدم کا ایک مجموعہ قرار دے رکھا ہے جب کثرت تو لید سے مجموعہ مقدار مقرر سے بڑھتا ہے طاعون یا قحط سے گھٹا کر اسکو حد کے

اندر سے آتے ہیں غرض رضامندی کے تعلق سے دو غرضیں متعلق ہیں۔
تکثیر نسل اور مرد و زن دونوں کے تمتع کا پاس عورتوں کے تمتع کا پاس حقیقۃ
مردوں کی تکثیر بے جا کی روک ہے اور اسی لیے ایجاب و قبول کو شرط
صحت قرار دیا گیا ہے ایجاب و قبول کے معنے ہیں فریقین کی رضامندی جو
زن و شوہر بننے والے ہیں پہلی تو نہیں مگر دوسری منکوحہ تکثیر کو روک
سکتی ہے کہ نکاح سے رضامند نہ ہو۔ پس ہر تعدد میں مابعد کی عورت مرد سے
بڑھ کر ملزم ہے کہ وہ نادانی سے اپنا حق تمتع چھوڑنے کے علاوہ اپنی
بہن پہلی منکوحہ کے اتلاف حق کی باعث ہوئی با ایں ہمہ مرد بھی الزام سے
بری نہیں یہ ٹھیک ہے کہ عورت کی رضامندی کو زور دینے کے لیے ایجاب عورت
کی طرف سے ہوتا ہے مگر نکاح کی تحریک برعکس موضوع ہمیشہ مرد کی طرف
سے ہوتی ہے اسلامی شریعت نے جو مردوں کو وقت واحد میں چار بیبیوں
کے جمع کرنے کی اجازت دی ہے ہم نے اس اجازت کی نسبت کہا کہ اس
میں نسل کے بڑھانے کے ساتھ عورتوں کے حق کی رعایت بھی کما ینبغی ملحوظ
ہے یہ بات ہم نے اس سے اخذ کی ہے کہ ایک حمل کی حالت میں حمل اور
ارضاع اور درد و لادت کے عوارض ملا کر غالباً عورت کے چار برس ایسے گذرتے
ہیں کہ اس عرصہ میں اس کو بالطبع توالد و تناسل کی قوت سے متمتع ہونے کی
خواہش نہیں ہوتی اور صحیح رغبت کے بدون تمتع از روئے طب سخت مضر
ہے۔ پس عورت کی اپنی اور اس کی اولاد کی توانائی اور تندرستی اسی کی مقتضا
ہے کہ وہ ان اوقات میں مرد کو مقاربت کا موقعہ نہ دے اور وہ بدون اس
کے ہو نہیں سکتا کہ مرد کے پاس متعدد عورتیں ہوں۔ لیکن عورتیں اس امر کو
تو سمجھتی نہیں۔ ناحق تعدد ازدواج کی اجازت کو جو اسلامی شریعت نے

مردوں کو دی ہے آپنے حق میں ظلم اور بے انصافی خیال کرتی ہیں نسل
آدم کا بڑھانا ایک اعتبار سے حق اللہ ہی۔ اس سیلئے کہ دنیا کے حالات
پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا بھی چاہتا ہے کہ آدم کی اولاد
پھولے پھلے جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ تعدد ازدواج
سے تکثیر نسل کا ایک مطلب حاصل ہوتا ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عورتوں کی
توانائی اور تندرستی کے لحاظ سے چار تک ان کا حق تمتع بھی محفوظ ہے مگر
چونکہ مردوں کا ہر پہلو سے اعتدال سے قائم رہنا عادۃً محال ہے ازدیاد نسل
کے ایک مطلب کے حصول سے نان و نفقہ اور مہر اور حسن معاشرت کے
چند در چند ضروری مطالب فوت ہوتے ہیں جن کا فوت ہونا امن و عافیت
میں خلل انداز ہے لہذا شارع نے اپنی کمال دانشمندی سے مردوں کو تکثیر
ازدواج کی اجازت بھی دی۔ تو مضائقے کے ساتھ اور یہ مضائقہ صرف
عورتوں کے پاس خاطر سے ورنہ تکثیر نسل کی ضرورۃ تو ہر زمانے میں اور ہر جگہ
تھی اور ہے اور رہے گی خاصکر ملک عرب تو نزول قرآن کے وقت تکثیر
نسل کا زیادہ تر محتاج تھا۔ برسات وہاں نہیں ہوتی۔ طائف اور مدینہ اور یمن
چھوڑ کر کھیتی باڑی کا نام و نشان نہیں۔ عرب کی آبادی کی ابتدا ابراہیم سے
ہوئی وہ فرماتے تھے ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع
بیتک المحرم کہتے ہیں اور یہ کہنا محض بہتان اور اتہام ہے کہ مردوں کو تکثیر
ازدواج کی اجازت کر اسلام نے عورتوں کے تمام حقوق پامال کر دیئے
جس کی وجہ سے مسلمانوں کی خانہ داریاں بے اطمینانی اور بدگمانی کا
مسکن بن گئیں۔ مسلمان زن و شوہر میں کہیں ویسا اتحاد نہیں پایا جاتا
جیسا نامسلموں میں اور ہمارا یہ کہنا ہے کہ عورت تو کچھ چیز ہی نہ تھی اسلام نے

اسکو چیز بنایا اور چیز بھی قدر قیمت کی چیز ہم کو اس بارے میں دوسرے مذاہب سے بحث کرنی منظور نہیں۔ ہم تو صرف اتنی بات دکھانی چاہتے ہیں کہ اسلام کا نشوونما عرب سے ہوا۔ وہ لوگ اسلام سے پہلے عورتوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے تھے۔

مختصراً انکا سلوک اس قسم کا تھا اگر اسلام عورتوں کی حمایت کو نہ کھڑا ہوتا تو شاید بہتیرے مرد عمر بھر عورتوں کو ترسا کرتے بالطبع ظالم بے رحم سنگدل بے مروۃ اور دو چار دس بیس نہیں۔ قوم کی قوم اور اسپر جھوٹی غیرۃ۔ شرافت کی شیخی میں ناک چڑھی گرفتار دکسیکا سالا سسرا کہلانے کو گالی سمجھتے اور اس عار سے بچنے کے لیئے بیٹی ذات کو جینے ہی نہیں دیتے تھے قرآن کی یہ آیۃ فَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ اسی کی تصدیق کو بس کرتی ہے یہی حال ہمارے ملک میں ہندو اور راجپوتوں کا تھا عورتوں کی حفاظت یا تو اسلام نے کی یا سرکار انگریزی نے کی کہ ستی اور دختر کشی کی ظالمانہ رسم کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا غالب ہے کہ ستی اور دختر کشی کا انسداد کلی ہو گیا ہے یہ اسی جھوٹی جاہلانہ غیرت کا اثر ہے کہ مسلمان بھی سالے سسرے داماد کے نام سے چڑتے ہیں اور ان الفاظ کے استعمال کو خلاف تہذیب سمجھتے ہیں سالے کو کہتے ہیں نسبتی بھائی یا خسر پورہ سسرے کو خسر۔ ساس کو خوشدامن داماد کو خویش۔ مذہب اور حاکم وقت اگر منصف اور رعایا پرور ہے جرائم کے روکنے کی کوشش تو دونوں کرتے ہیں مگر مذہب کی کوشش کا اثر حاکم وقت کی کوشش کے مقابلے میں قوی تر ہوتا ہے کیونکہ افعال کو

سلہ اور جسوقت وہ لڑکی جو زندہ درگور کردی گئی تھی پوچھا جائے کہ کس قصور کے بدلے میں ری گئی۔

درخت سمجھو تو اس کی جڑ دل سے پیدا ہوتی ہے یعنی آدمی پہلے دل میں ایک کام کرنا ٹھان لیتا ہے پھر اسکو کر گذرتا ہے۔ چونکہ حاکم وقت کی حکومت دلوں پر نہیں ہے لوگوں کے ارادے اس کے بس کے نہیں پس وہ صرف افعال کو روک سکتا ہے وہ بھی اکثر بعد الوقوع کہ مجرم کی سزا سے ڈرسے دوسروں کو عبرت ہو اور ارادہ بد سے باز رہیں مگر مذہب قیامت اور آخرۃ کی باز پرس کا یقین دلا کر شروع سے دلوں کی اصلاح کر چلتا ہے پس جن دلوں پر مذہب نے قابو پالیا ہے وہ ارادہ بد کر ہی نہیں سکتے چہ جائیکہ اس کے عمل میں لانے کی نوبت آئے خدا نے عورت کو مرد کے مقابلے میں کمزور ضعیف اور مغلوب پیدا کیا ہے لیکن باایں ہمہ وہ ایک دوسرے کے محتاج ہیں کہ دوسرے کی شرکت کے بدون عافیت سے ساتھ زندگی کر نہیں سکتے بقائے نسل کے لیئے دونوں کی شرکت کی ضرورت تو صاف ثابت ہے کہ اکیلا مرد یا اکیلی عورت دونوں میں سے ایک بھی اولاد پیدا نہیں کر سکتا دنیا کے کون وفساد کو دیکھ کر فلسفیوں نے وی فٹسٹ لوو کا کلیہ مستنبط کیا جس کے یہ معنے ہیں کہ دنیا میں زبردست مخلوق کمزور مخلوق کو معدوم کرتی جارہی ہے۔ پس باہمی احتیاج صنف نسواں بقا کی ضامن اور محافظ نہ ہوتی تو عورتوں کا پیدا ہونا کبھی کا موقوف ہو گیا ہوتا اس پر بھی صنف ذکور اور صنف نسواں میں شروع سے ایک طرح کی کشمکش قائم ہے لیکن قدرتی کمزوریوں کی وجہ سے عورتوں کا پلہ ہمیشہ مردوں کے مقابلے میں ہلکا رہا ہے اور مقتضائے فطرۃ بھی یہی ہے کہ تیل اور پانی ایک بوتل میں بھرے جائیں تو تیل اوپر رہے عورت پانی کی جگہ ہے اور مرد تیل کی جگہ۔ مرد عورت یعنے میاں بیوی میں جو نسبت ہونی چاہیے

قرآن میں صاف لفظوں میں بتا دی ہے ایک جگہ فرمایا اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ
عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِہِمْ
فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ مردوں کی خداداد توانائی کی طرف اشارہ ہے
اور یہ مردوں کی برتری ایک وجہ ہے دوسری وجہ بما انفقوا من اموالہم ہے
دوسری جگہ فرمایا وَلَہُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْہِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْہِنَّ
دَرَجَۃٌ نیچر یعنے فطرت کے قاعدے ایسے ابدی اور مستمر ہیں کہ ان کا
تغیر ہو ہی نہیں سکتا لَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا
مرد عورت اگر خدا کی باندھی ہوئی فطری حد میں رہیں تو مرد و عورت کا تعلق اس
قسم کا ہے کہ دنیا دونوں کے حق میں بہشت ہو جائے کہ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْہَا
لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا مگر حضرت آدم کی اولاد کیا مرد کیا عورت ایسا ٹیکھا مزاج لیکر آئی
ہے کہ نہ دھرا جائے اور نہ اُٹھایا جائے ہزاروں برس سے دنیا ایک وضع
خاص پر چلی جاری تھی بیٹھے بٹھائے اہل یورپ نے ایک ڈھکوسلہ اُٹھا کھڑا
کیا کہ آدم زاد ہونے میں مرد و عورت دونوں برابر مردوں نے عورتوں کے
حقوق غصب کر کے کاروبار سلطنت سارا اپنی مٹھی میں کر رکھا ہے ع اسے
طبل بلند بانگ در آخر ہیچ۔ تمام غل غپاڑے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عورتیں تار اور ڈاک
خانے میں نوکر رکھی گئیں کچھ شفاخانوں میں بیلداری اور دایہ گری کچھ ادھر

سلہ مرد عورتوں کے سر دھرے ہیں اس کے دو سبب ایک میں یہ کہ آدمیوں میں اللہ نے
بعض یعنی مردوں کو بعض یعنی عورتوں پر دونوں مضبوطی اور جسمانی توانائی میں برتری دی ہے اور دوسرا
سبب یہ کہ مرد ملک کو عورتوں پر اپنا مال خرچ کیا ہے سلہ اور جیسے مردوں کا حق عورتوں پر ہے
ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق مردوں پر ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے سلہ اے پیغمبر
تم خدا کے قاعدے کو ہرگز بدلتا ہوا نہ پاؤ گے اور نہ خدا کے قاعدے کو ہرگز ٹلتا ہوا پاؤ گے ۱۲

درجے کے سکولوں میں معلمی کی خدمتوں پر مامور ہیں مگر عورتیں تو مقنن اور سپہ سالار بننے کی فکر میں ہیں کوئی ان کو ایاز قدر خود بشناس۔ اور ہر سیکے را بہر کارے ساختند کا سبق نہیں پڑھاتا کہ چپ مار کر گھر کے کام کاج میں دل لگائیں۔ جو ان کے کرنے کا ہے اور جس کے لیئے خدا نے ان کو پیدا کیا ہے صرف ایک اسلامی شریعت ہے جو اس بات کا دعوٰی کر سکتی ہے کہ اس نے زن و شوہر کے تعلق کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے وہ بالکل مطابق فطرۃ ہے اور اس میں دونوں کے حقوق کی واجبی رعایت ہے لیکن مولوی روم نے ٹھیک فرمایا ہے ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

حق تو یہ ہے کہ اسلامی فیصلے سے کوئی فریق بھی دل سے راضی نہیں نہ عورتیں نہ مرد فیصلہ قرآن کی دو آیتیں ہیں جو ترجمے سمیت ذیل میں لکھی جاتی ہیں وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلٰث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنٰی الا تعولوا (النساء) ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ (سورہ نساء ۱۹)

اور اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ بیبیوں میں یا یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو تو اس صورت میں کہ یتیم لڑکا کسی سرپرست کے

برابری دکے ساتھہ برتاؤ) نہ کروگے تو اُسس (صورۃ) میں ایک ہی (بی بی کرنا) یا جو (لونڈی تمہارے قبضے میں ہو اُسی پر قناعت کرو۔ ف۲ نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے۔ اور تم اپنی طرف سے بہتیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکیگا کہ (کئی کئی) بیبیوں میں (پوری پوری) برابری کر سکو تو بالکل (ایک ہی طرف) مت جھک پڑو کہ دوسری کو (اسطرح) چھوڑ بیٹھو گویا اُدھر میں لٹک رہی ہے۔

ہم نے دونوں آیتوں کو ملاکر یہ مطلب سمجھا ہے کہ مسلمان مرد کو وقت واحد میں چار بیبیوں تک کے جمع کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ متعدد بیبیوں میں برابری قایم رکھہ سکے ورنہ ایک پر قناعت کرے یا لونڈیوں پر۔ برابری میں ایک طرح کا ابہام تہا تو اسس کو آیتہ (۲) سے رفع کردیا کہ پوری برابری تو تم نہ کرسکوگے تو ایسا ہی نہ کرنا کہ بالکل ایک ہی کے ہو رہو یعنی وہ برابری جسپر تکثیر ازدواج کی اجازۃ موقوف ہی اسیقدر ہے کہ آدمی ایک ہی بی بی کا نہ ہو رہے کہ دوسری کی بالکل خبر تک نہ لے آیتہ (۱) سے تکثیر

(بقیہ نوٹ) ہوتی اور وہ اس کے مال و جمال کی وجہہ سے اس کے ساتھہ نکاح تو کر لیتا لیکن نکاح کے بعد اس کے حقوق مہر وغیرہ کی چنداں پرواہ نہیں کرتا اس بیچاری کا کوئی ولی وارث نہ تہا کہ نہوک بجاکر اس کے حقوق لیتا اللہ نے فرمایا کہ جب تم انصاف نہیں کر سکتے تو تم ان سے نکاح ہی مت کرو کسی اور عورت سے کرلو۔ عورتوں کا دنیا میں کال نہیں۔

ف۲ شرع کی رو سے صرف وہ کافر لونڈی غلام ہیں جو جہاد یعنی مذہبی لڑائی میں پکڑے آئیں پھر گرفتار ہوئے پیچھے مال منقولہ کی طرح اونکی خرید و فروخت بھی ہوتی رہتی ہے اب ان سے اس سے تک سارے ہندوستان میں لونڈی غلام نہیں ا۔ حاکم وقت کی طرف سے بھی اسکی بڑی سخت ممانعت ہے اور یہ جو لوگ قحط میں بچے مول لیتے

ازدواج پر برابری کی بڑی سخت قید لگادی تھی اور اس سے کے ظاہر سے ایسا سمجھا جاتا تھا کہ کامل برابری مراد ہے کہ وہ مرادف ممانعت ہے آیۃ (۲) سے نے اسکو قید سے ڈھیلا کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ تکثیر ازدواج مقدور بشر ہے آیۃ (۲) سے تکثیر ازدواج کا رستہ تو کھلا مگر کہیں اس کی صراحتہ نہیں کہ مردوں کو تکثیر ازدواج کی کشمکش میں پڑنے کی ضرورۃ ہی کیا ہے مگر جنکو خدا نے ذہن رسا دیا ہے وہ نساؤکم حرث لکم سے ضرورۃ مستنبط کر سکتے ہیں اور ہم اس کی تصریح اوپر کر بھی چکے ہیں کہ عورت تکثیر ازدواج کی محل ہی نہیں مرد ہے تو مرد تکثیر کا حقدار ٹھیرا۔ عورۃ کا محل نہ ہونا اور مرد کا ہونا ہی مرد عورت میں فساد کا موجب ہے عورتیں چاہتی ہیں کہ مرد تکثیر سے مطلقاً مستفید نہوں مرد تکثیر نامحدود کے دعوے دار ہیں اسلام سے نے مردوں کو تکثیر محدود کی ڈگری دی۔ اہل عرب اسلام سے پہلے تکثیر نامحدود ہی پر عمل کرتے تھے اسلام نے تکثیر کو محدود کر کے عورتوں پر احسان کیا اسپر بھی عورتیں اسلام کے فیصلے سے خوش نہیں ان کی ناخوشی کی ایک وجہ اور بھی ہے اور وہ معقول ہے کہ مرد کئی بیبیوں میں سے کسی ایک کے حسن صورۃ یا کسی اور ادا کے مفتوں ہو کر اسی کے ہو رہتے ہیں۔ یعنے آیۃ (۲) کا ممکن عدل کا کرنا بھی ان سے ناممکن ہو جاتا ہے اذا فات الشرط فات المشروط کی رو سے مردوں کو تکثیر کی اجازت سے مستفید ہونے کا کوئی حق نہیں۔ بات تو واجبی ہے مگر خبیثات الشمے یعنے ولنہم تکثیر ازدواج کا شوق مفرط اور عیش پرستی مرد کیا باز آنیوالے تھے خصوصاً عرب کے جاہل جو کسی قاعدے کے پابند نہ تھے ہمارے نزدیک ازدواج کو

(بقیہ نوٹ) ہیں یا دوسرے خدمت پیشہ یہ ہم سب کی طرح آزاد ہیں ان کے ساتھ لونڈی غلام کا سا برتاؤ کرنا گناہ ہے خدا کا اور جرم ہے حاکم کا ۱۲۔

تین چیزوں سے بڑھنے نہ دیا۔ اول درجے میں خوف کشتو ں حیال نے دوسرے درجے میں اسلامی شریعۃ کی تحدید نے۔ تیسرے درجے میں اسلامی فتوحات نے کہ اسیران جنگ میں عورتیں پکڑ آتی تھیں پھر عام دستور بین الاقوام کے مطابق چاہیے ان سے لونڈیوں کی طرح کار دبار یا بیوی بناکر رکھو مگر ان سے اولاد ہو گی لونڈی بچے کہلائیں گے شریفوں کی نظر میں ذلیل آیتہ (۱) (۲) کا فیصلہ فیصلہ نہیں بلکہ حکم یعنی ڈگری ہے ہمارے وقتوں کے عدالت کا یہ قاعدہ ہے کہ حاکم عدالت کسی مقدمے کی تجویز لکھتا ہے تو اس میں مدعی مدعا علیہ کا نام دعوے کی صراحتہ مدعا علیہ کا جواب پھر مدعی کیطرف کا جواب الجواب پھر فریقین کا ثبوت اور جرم اور فیصلے کے دلائل یہ سب باتیں تفصیل سے ساتھ لکھنی ہوتی ہیں اسکو فیصلہ یا تجویز کہتے ہیں اور فیصلے کے نتیجے کو حکم اخیر یا ڈگری کہتے ہیں اسی اعتبار سے ہم نے آیتہ (۱ و ۲) کو حکم اخیر کہا۔ حکام عدالت جو لمبے چوڑے مدلل مفصل فیصلے لکھتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انکی عقل اور معدلتہ پر اعتماد نہیں مگر خدا کی لسبتہ تو ایسا احتمال تو کیا واہمہ بھی نہیں ہوسکتا اسی لیے اگلے مسلمان جو حکم ان کو دیا جاتا وہ بے چون وچرا اسکو کان دبا کر تسلیم کر لیتے تھے۔ جیسے ابوبکرؓ کہ پیغمبر صاحب نے معراج کا حال بیان کیا ابوبکرؓ نے سنتے کے ساتھ یقین کر لیا اور پیغمبر صاحب کی تصدیق کی اور اسی سے صدیق کہلائے لوگوں نے دلیل مانگی تو کہا کہ پیغمبر صاحب کا فرمانا۔ اب نہ ویسے ایمان ہیں نہ ویسی طبیعتیں لوگ موںہہ سے تو ایمان واسلام کے بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں مگر انکو بے دلیل پوری تسکین نہیں ہوتی۔ یعنی اونکو اپنی عقل پر جب کی حقیقت معلوم ہے وثوق ہے خدا رسول کے فرمانے پر نہیں تو سچ ہے کہ ہم عقل ہی کیوجہ سے مکلف بالشرائع ہیں اور قرآن میں جابجا افلا تتفکرون

اور افلا تعقلون اور افلا تذکرون سے ہم کو خطاب بھی کیا گیا ہے یہ سب کچھ مگر اس کے ساتھ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا بھی ہے پس سلیم الطبع آدمی کو چاہیئے کہ سوچ سمجھ کر عقل کو دخل دے۔

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن کہ جاہا سپر باید انداختن

سوچنے اور غور کرنے سے قدم قدم پر وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کی تصدیق ہوتی ہے دور کیوں جاؤ روح سب سے زیادہ قریب چیز ہے مگر آجتک کسی سے یہ عقدہ حل نہ ہوا کہ کیا ہے اور جسم سے کس طرح کا تعلق رکھتی ہے لوگوں نے امتحاناً پیغمبر صاحب سے روح کی حقیقت دریافت کی جواب ملا۔ الروح من امر ربی جس کے یہی معنے ہیں کہ یہ باتیں تم بنی آدم کی رسائی عقل کی حد سے باہر ہیں اسیطرح ہم نے تکثیر ازدواج کے بارے میں بہتیرا سوچا کہ شارع نے تکثیر کی حد غایت چار کیوں رکھی ہے مگر یہی خیال ہوا کہ شاید چار سے تحدید مقصود نہ ہو بلکہ مطلق تکثیر مقصود ہو اور طرز کلام دو دو تین تین چار چار اسپر دلالت بھی کرتا ہے علاوہ بریں ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری زبانوں میں ایک بڑا عدد بولا جاتا ہے اور وہ خاص عدد مراد نہیں ہوتا بلکہ کثرۃ مراد ہوتی ہے ؎

ذبح کر ڈالونگا گر اب کے تو بولا شب وصل سینے سو بار تجھے مرغ سحر چھوڑ دیا

؎ ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست ؎

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

اسی طرح کا ایک واقعہ اعداد کے متعلق پیغمبر صاحب کو بھی پیش آیا تھا۔ کہ جناب پیغمبر صاحب نے چالیس۴۰ برس کی عمر میں پیغمبری سے سرفراز ہو کر

اپنے وطن مکے میں جہاں سارے جزیرۂ عرب کا معبد ابراہیمؑ کا بنایا ہوا
خانہ کعبہ تھا دین اسلام کی منادی شروع کی۔ خانہ کعبہ کے متوتی اور مجاور قبیلۂ
قریش کے لوگ تھے اور یہ قبیلہ کا قبیلہ خانہ کعبہ کی خدمت تولیت کی وجہہ سے
معزز ترین قبایل سمجھا جاتا تھا۔ پیغمبر صاحب قبیلۂ قریش کے معزز ترین
خاندان میں پیدا ہوئے ہر چند قریش کا ادب خانہ کعبہ کی وجہہ سے تھا
اور خانہ کعبہ کا ادب بنائے ابراہیمؑ ہونیکی وجہہ سے اور ابراہیم
بڑے پکے موحد تھے یہانتک کہ انکو عقیدہ حقۂ توحید کا موجد کہا جائے
تو کچھہ بیجا نہیں اور موجد نہ سہی تو مروج اور مجدد ہونے میں تو کچھہ شک نہیں کیفیت بہر
باوجودے کہ اہل عرب نسل ابراہیمؑ اور فی زعمہم ابراہیمؑ کے مذہب پر
قایم بہی تھے مگر مرور زمانہ کیوجہہ سے توحید کو چھوڑکر مشرک اور بت پرست
ہوگئے تھے خدا نے پیغمبر صاحب کو اسی ابراہیمی عقیدہ توحید کو از سر نو زندہ
کرنے کی غرض سے پیغمبر بناکر بہیجا توحید کی منادی کرتا تہا کہ سارا عرب
کنفس واحدت دشمنی پر کمر بستہ ہوگیا زبان سے ہاتھہ پاؤں سے جو تکلیفیں
نہیں پہنچانی تھیں پونہچائیں جو ایذائیں نہیں دینی تھیں دیں پیغمبر صاحب کامل
۱۳۔ برس فوق البشریۃ صبر و تحمل کے ساتھہ تمام مظالم برداشت کرتے
اس ۱۳۔ برس کی مدت میں جو کچھہ تھوڑی مدت نہیں لوگ دستور کے
مطابق اطراف و جوانب سے سال در سال بت خانہ کعبہ کی زیارت کو آتے
اور اپنے طور کی پوجا پاٹ کرکے چلے جاتے اور سمجھتے کہ حج کر آئے
ادھر پیغمبر صاحب تبلیغ رسالت کے لیے ایسے ہی جگھٹوں کے متلاشی
تھے جہاں ہجوم دیکھا جا منادی کی اتفاقا رسالت کے گیارہویں برس
مدینے کے قافلے والوں سے بات چیت کا موقع پاکر ان کو قائل معقول کیا

دعویٰ رسالت کی خبر تمام ملک میں پھیل چکی تھی قافلے والوں میں کچھ لوگ منصف مزاج اور معقول پسند بھی تھے سننے کے ساتھ تھوڑی دیر بعد پہلے ہی وعظ میں چھ آدمی ایمان لے آئے اور مدینے جاکر دوسروں سے سارا حال بیان کیا اور بہتیروں کو اپنا ہمخیال بنالیا رسالت کے تیرھویں برس ایک جم غفیر پیغمبر صاحب کی باتیں سننے کے شوق میں حج کے دنوں میں مکے پہونچا اور تاکہ مکے والوں کو خبر نہ ہو شہر کے باہر قافلے سے الگ ایک جگہ تجویز کی کہ وہاں پیغمبر صاحب وعظ فرمائیں اس جلسے میں ۷۳ مرد اور ۲ عورتوں نے پیغمبر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کے علاوہ جب ان کو قریش کے مظالم کی خبر ہوئی تو انہوں نے پیغمبر صاحب سے التجا کی کہ اگر جناب کسی طرح ناخداترس دشمنوں کے نرغے سے نکل کر مدینے تشریف لے آئیں تو ہم اپنی جان و مال و عیال کی طرح آپ کی حمایت اور حفاظت کریں گے یہ قول و قرار ہو کر قافلہ مدینے کو روانہ ہوا قریش کو ان باتوں کی خبر لگی مگر بہ دیر جب قافلہ ان کی دست رس سے باہر نکل جاچکا تھا مدینے والوں کی بیعت قریش کے حق میں ع سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا سکے پیغمبر صاحب اور ان کے اقل قلیل ضعفا راتباع پر اضعافاً مضاعفہ سختیاں کرنے آخر یہ ٹھہرائی کہ یہ شخص ہمارے دین آبائی کے بُرا پیچھے پڑا ہے تخویف تطمیع سب کچھ تو کر دیکھا کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی آخر الدوار کی بس اب یا یہ نہیں یا ہم نہیں آؤ آج رات اس کے گھر کو گھیرے پڑے رہیں صبح سویرے نماز کو باہر آئے تو ایک دم سے سب ٹوٹ پڑیں اور اس کا کام تمام کردیں دینا آئے گی چندہ کر بھر دیں گے جو سوچا وہ کیا مگر سے

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

لوگ رات بھر گھر گھیرے پڑے رہے اور پیغمبر صاحب راتوں رات پچھواڑے سے نکل اپنے رازدار ابوبکر کو ساتھ لے مکے سے تین میل کے فاصلے پر غار ثور میں جا چھپے آس پاس سارے کونے کھدرے کھوند ملے کہیں پتہ نہ ملا پیغمبر صاحب تین دن چھپے رہ کر اوپری راستے سے بالا بالا مدینے جا داخل ہوئے یہ داخل ہجرت کہلایا جس کی یادگار میں مسلمانوں ہجری سنہ چلا مدینے میں ہجرت سے پہلے ہی اسلام نے بہتیرے دلوں میں جگہ کر لی تھی پیغمبر صاحب کے تشریف لانے سے لوگ ایسے گرنے شروع ہوئے جیسے شمع پر پروانے لیکن باغ میں گل کے ساتھ کانٹے ضرور ہوتے ہیں مکے میں قریش تھے تو یہاں مدینہ میں یہود کہ یہ لوگ مدینہ اور حوالی مدینہ میں کثرت سے آباد تھے اور ہر طرح کا اقتدار رکھتے تھے موسے کی مت اور توراۃ کی پیشین گوئی کی رو سے پیغمبر آخر الزماں کے منتظر بھی تھے مگر پیغمبر موعود کو از خود نسل اسحق سمجھ رکھا تھا اور نہیں چاہتے تھے کہ شرف نبوت ان کی قوم سے کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو۔ چونکہ پیغمبر صاحب اسحق کے بڑے بھائی اسمٰعیل کی نسل میں سے تھے یہود نے اپنی ادعائی خصوصیت کی بنیاد پر پیغمبر صاحب سے خدا واسطہ کا بیر باندھ لیا تھا۔ لگے توراۃ کی پیشین گوئیوں میں طرح طرح کی تحریفیں کرنے غرض مدینے کے یہود پیغمبر صاحب کی مخالفت میں قریش مکہ سے بھی چند قدم آگے تھے یہود کے علاوہ خود مدینے کے اصلی باشندوں میں سے بھی ایک گروہ پیغمبر صاحب کے روز افزوں اقتدار کا حسد رکھتا تھا۔

یہ لوگ در پردہ یہودیوں سے میل جول رکھتے تھے مگر مسلمانوں کے مقابلے میں تھے مغلوب اور اسی لیے ظاہر میں مسلمان بنتے تھے غرض یہ لوگ ایسا جوا کھیلتے تھے کہ طاق اور جفت دونوں داؤں اپنے۔ قرآن میں منافقوں کو جابجا سرزنش کی گئی ہے منافقوں سے یہی لوگ مراد ہیں ان کا رئیس تھا ایک شخص عبداللہ بن اُبی بن سلول مدینے کے رہنے والوں میں اوس اور خزرج دو برابر کی ٹکر کے بڑے زبردست قبیلے تھے ان میں پشت ہا پشت سے خانہ جنگیاں چلی آتی تھیں عبداللہ حقیقت میں قبیلہ خزرج کا بڑا باوقعت سردار تھا پیغمبر صاحب کی ہجرۃ سے ذرا پہلے لوگ اسکو بادشاہ بنانے کی طیاریاں کر رہے تاج شاہی تک خوالیا تھا پیغمبر صاحب کی تشریف آوری سے منصوبے ناتمام رہ گئے تو عبداللہ کو پیغمبر صاحب کا جتنا حسد ہو تھوڑا۔ پیغمبر صاحب کے آئے پیچھے برسوں اسلام مدینے میں کھچڑی رہا۔ عبداللہ منافق اسلام کی بیخ کنی کے درپے پیغمبر صاحب کو دیکھکر اندر ہی اندر اس کا خون کھولنے لگتا تھا اسی کا بیٹا حباب ظاہر و باطن راسخ العقیدت مسلمان جہاں پیغمبر صاحب کا پسینہ گرے اپنا خون گرانے کو موجود پیغمبر صاحب کو اس عبداللہ سے بھی مار کی طرح بڑی سخت تکلیفیں پونہچیں۔ ازانجملہ یکے از ہزار ستنے نمونہ از خروارے یہ کہ ہجرۃ کے دوسرے برس مسلمانوں سے اور قریش سے بدر کی لڑائی ہوئی اس لڑائی میں باوجودے کہ لشکر قریش کے مقابلے میں مسلمانوں کی کچھ بھی حقیقت نہ تھی قریش کو شکست فاش ہوئی۔ چوٹی کے سردار مارے گئے بقیۃ السیف گرفتار۔ مگر بھاگتے بھاگتے بھی قریش دھمکی دیتے گئے کہ اگلے برس اس اتفاقی شکست کا بدلہ لیں تو سہی چنانچہ

اگلے برس لشکر جرار سے مدینے کو آگھیرا چار و ناچار لڑنا پڑا۔ پیغمبر صاحب
کا قاعدہ تھا کہ جو بات کرتے تھے سب کی صلاح سے۔ پیغمبر صاحب کی
اپنی رائے تو یہ تھی کہ مدینے کے باہر چل کر لڑیں۔ لوگوں سے مشورہ لیا
تو منافقوں نے بڑی سختی کے ساتھ اختلاف کیا کہ نہیں شہر کے اندر مکانات
کی آڑ پکڑ کر لڑنا مناسب ہے۔ لڑائی تو آخر کار پیغمبر صاحب کی رائے کے مطابق
مدینے کے باہر دو ڈہائی کوس کے فاصلے پر کوہ احد کے پاس ہوئی
مگر منافقوں کے اختلاف کیوجہ سے بہتیرے لوگ مدینے سے نکلے
ہی نہیں اور جو با دل ناخواستہ دکھاوے کو نکلے بھی تھے اونکو بھی
عبد اللہ بہکا کر بے لڑے لوٹا لایا بعض نے اسکو بہتیرا پس و پیش سمجھایا
کہ اس طرح کی صریح مخالفت سے مسلمان ہمیں مدینے میں نہیں رہنے دینگے
تو کہتا کیا ہے۔ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل
(سورۂ منافقون ع ۱) منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو عزت والا
ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے تو سہی۔

اس نے اپنے تئیں اعز سے تعبیر کیا اور پیغمبر صاحب کو نعوذ باللہ اذل
سے۔ بیٹا یہ سنکر اپنے آپے سے باہر ہوگیا اور پیغمبر صاحب اگر اسکو
نہ روکتے تو اس نے باپ کو قتل ہی کر دیا ہوتا۔ اس ایک واقع میں کتنی
ہی باتیں مضمر ہیں۔ عبد اللہ کی حد درجے کی گستاخی۔ بیٹے کی عقیدت
پیغمبر صاحب کا حلم۔ بالآخر وہ وقت آیا جو سب کو آنا ہے عبد اللہ مرنے لگا
اس کو حب جاہ نے تباہ کیا اب آخری وقت میں اسکو جاہ کی طرف سے
بالکل ناامیدی ہوئی تو اس نے الغریق یتشبث بالحشیش[1] کفن کے

[1] ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا پکڑا کرتا ہے ۱۲

لیئے تبرکاً پیغمبر صاحب کا کرتہ منگوا بھیجا پیغمبر صاحب نے اس کے بیٹے کی دلداری سمجھو تو یا گروہ منافقین کی تالیف و استمالت سمجھو تو یا عبداللہ کے ظاہری اسلام کا لحاظ سمجھو تو بے تامل اوتار اپنا کرتہ بھجوا دیا عمر رض کے منع کرتے کرتے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ شریک دفن ہوئے اور دیر تک قبر پر کھڑے ہوئے اس کے حق میں دعا کرتے رہے۔ دشمن کے ساتھ اس کے مرے پیچھے اتنی عنایت کا اظہار پاک نفس پیغمبر کے سوائے کس سے ہو سکے بات کے سلسلے میں عمر رض کے روکنے کا ذکر آگیا تو ان کے منع کرنے کی وجہ بھی اسلام کی خیر خواہی تھی کہ یہی منافق اسلام کی چلتی گاڑی میں روڑے اٹکاتے رہتے تھے اور عمر رض شدید الباس اور مزاج کے کسیقدر سخت بھی تھے نظر بہ حالات ملکی اس وقت کے اسلام کو پیغمبر صاحب کی نرمی اور انکی سختی دونوں کی یکساں ضرورت تھی جیسے کہتی کہ اسکو وقت پر پانی چاہیئے اور وقت پر تابش آفتاب سے

درشتی و نرمی بہم در بہ است چو رگزن کہ جراح و مرہم نہ است

یہ عمری ہیبت ہی تو تھی جس کی وجہ سے پیغمبر صاحب ابتدائے رسالت میں خدا سے دعائیں مانگا کرتے کہ اللّٰھم اعز الاسلام بابی جہل بن ہشام۔ او بعمر بن الخطاب۔ یہ عمری ہیبت ہی تو تھی کہ عمر رض کے اسلام سے پہلے مسلمان تھوڑے ہی سہی مگر کسی کی جرأت نہ تھی کہ ادا سے نماز کے لیئے خانہ خدا کی طرف رخ تو کرلے ہاں عمر رض اسلام لائے تو سب کو دندناتے ہوئے ساتھ لیکر کعبے گئے چھت پر چڑھکر اذان دی نماز پڑھی

سلہ خداوندا ہشام کے بیٹے ابو جہل یا خطاب کے بیٹے عمر سے اسلام کو غلبہ عنایت کر

قریش خانہ کعبہ کے گرد بیٹھے ہو بھلے کسی سے جھگڑا نہ کیا۔

یہ عمرؓ کی ہیبت ہی تو تھی کہ پیغمبر صاحب کے مدینے گئے پیچھے مسلمانوں پر قریش کیطرف سے بڑی سختیاں ہونے لگیں رہتے ہیں تو ستائے جاتے ہیں جاسکتے ہیں تو جانے نہیں پاتے نہ پاسکے وقتن نہ روکے مانند۔ تو بیچارے چوری چھپے رات نکل بھاگتے اور کسی طرح گرتے پڑتے مدینے جا پہنچتے عمرؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو دن دہاڑے ساز و سامان سفر درست کر کے ہتھیار لگائے اور پکار پکار کر کہتے ہوئے چلے کہ جسکو اپنی بیوی کو رانڈ اور اپنے بچوں کا یتیم کرنا منظور ہو وہ شہر کے باہر ملے ہو بھدو کے یہاں سب کو سانپ سونگھ گیا تھا ایک سے نہ ہو سکا کہ جاتے کو پکڑتے یہ عمرؓ کی ہیبت ہی تو تھی کہ اسلام کی بنیاد تو پیغمبر صاحب نے رکھی اور عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں روم اور فارس جیسی زبردست سلطنتوں کو زیر کر کے اس بنیاد پر سلطنت اسلام کی ایک شاندار عمارت بنا کھڑی کی اصلها ثابت وفرعها فی السماء عمرؓ کی خود خصلت کی پوچھو تو مختصر یہ ہے کہ وہ اسلام کے آگے کسے باشد کسی کی لگی لپٹی نہیں رکھتے تھے انہوں نے پیغمبر صاحب کے ساتھ منافقوں کا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا برتاؤ دیکھا تھا اور منافقوں کے بارے میں آیات قرآنی سنی تھیں اور اُنکے دل پر نقش تھیں از انجملہ استغفر لهم او لا تستغفر لهم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ[1] لهم۔ اسلامی جوش میں آکر انہوں نے پیغمبر صاحب کو عبداللہ کے

[1] اے پیغمبر تم ان کے حق میں مغفرۃ کی دعا کرو یا ان کے حق میں مغفرۃ کی دعا نہ کرو ان کے لیے یکساں ہی اگر تم ستر دفعہ بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کروگے تو خدا ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔

جنازے کی نماز پڑھانے سے روکا اور سبعین سے ستر کا عدد خاص نہیں بلکہ مطلق تکثیر مراد لی عمرؓ اصل عرب تھے ان سے بڑھکر محاورات زبان عرب سے کون واقف ہو سکتا ہے ادھر پیغمبر صاحب نے باوجودیکہ افصح العرب تھے سبعین سے ستر کا عدد خاص مراد لیا اور فرمایا کہ میں ستر بار سے زیادہ بار عبد اللہ کے لیئے استغفار کروں گا شاید خدا اس پر رحم کرے بات اس پر چلی تھی کہ آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث وربٰع کے اعداد کی نسبت ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ عجب نہیں اعداد خاص نہیں بلکہ مطلق تکثیر غیر محدود مراد ہو جیسا کہ اُردو اور فارسی زبانوں میں ہے پھر زبان عربی سے سند لینی چاہی تو آیہ ان تستغفر لھم سبعین مرۃ خیال میں آئی کہ پیغمبر صاحب نے سبعین سے ستر کا عدد خاص سمجھا اور عمرؓ نے اسکو تکثیر پر محمول کیا اس ضمن میں ہم نے ہجرۃ اور منافقوں کا حال اور عمرؓ کا حال بہت سے مضامین لکھ ڈالے ناظرین ان مضامین کو بے ربطی کے مضامین سمجھیں گے۔ مگر ہمارا عذر یہ ہے کہ موسیٰ نے کوہ طور پر پیغمبری اور معجزۂ عصا دیتے وقت خدا نے موسیٰ سے اتنا ہی پوچھا تھا کہ وما تلک بیمینک یا موسیٰ۱؎ موسیٰ نے جواب میں عرض کیا ھی عصای۲؎ اتوکؤا علیہا واھش بہا علی غنمی ولی فیہا مآرب اخریٰ۔ وما تلک بیمینک یا موسیٰ کا جواب عصای بس کرتا ہے مگر موسیٰ کو شوقِ ہمکلامی پروردگار نے بس نہ کرنے دیا ہم کو بھی پیغمبر صاحب

۱؎ موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔

۲؎ میری لاٹھی ہے میں اسپر سہارا لگاتا ہوں اور اسی سے اپنی بکریوں پر درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں علاوہ اسی لاٹھی میں میرے اور بھی اغراض ہیں ۱۲

کی باتوں میں مزہ آتا ہے کچھ کہنا ہو تو خود بخود بات جی سے نکلی چلی آتی ہے اس ہی کو ہم اپنا ایمان اور اسی کو ہم اپنا اسلام اور اسیکو ہم اپنا عمل سمجھے ہیں اور اسی کے بھروسے پر نجات آخرت کی آس لگائے بیٹھے ہیں بہرکیف ناظرین سے درازی سخن کی معافی مانگ کر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ گو عمرؓ بجائے خود زبان عربی کے محاورات اور اسالیب الکلام کے بڑے ماہر تھے اور قریش کی فصیح تر عربی ان کی مادری زبان تھی مگر پیغمبر صاحب کو زبان دانی کے اعتبار سے بھی ہم سب سے بہتر اور بہتر سمجھتے ہیں۔ اور خود صحابہ نے بارہا اس کا اعتراف کیا ہے پس آیۃ ان تستغفر لھم سبعین مرۃ کے قیاس پر مثنیٰ وثلث وربٰع میں بھی اعداد خاص مراد لیتے ہیں نہ مطلق تکثیر۔ اور بخاری کی دو حدیثوں سے تو ہمارے خیال کو ظن فاسد قرار دے کر اس کا قطعی فیصلہ کر دیا

عن ابی هریرۃ ان غیلان اسلم وتحتہ عشر نسوۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ قبل امسک اربعا وفارق باقیھن عن کعب ان نوفل بن معاویہ اسلم وتحتہ خمس نسوۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امسک اربع وفارق واحدۃ

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایہ ہے کہ غیلان مسلمان ہوا تو اس کے پاس پوری دس عورتیں تھیں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عورتیں رکھ لو اور باقی چھ عورتوں کو چھوڑ دو۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ معاویہ کا بیٹا نوفل مسلمان ہوا ہے تو اس کے پاس پانچ عورتیں تھیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار کو رکھ لو اور ایک کو چھوڑ دو۔

غرض یہ بات تو طے پاگئی کہ مسلمانوں کو قرآن کی رو سے وقت واحد میں چار بیبیوں تک کے جمع کرنے کی مشروط اجازت ہے مطلق تکثیر کی نسبت تو بقدر کافی اوپر لکھا جا چکا جس سے ظاہر ہو گیا کہ تکثیر نسل آدم اور مرد اور عورت کی فطرۃ دو چیزیں تو متقاضی ہیں کہ مرد کو تکثیر ازدواج کی اجازت دی جائے تاکہ وہ نسل کو بڑھا سکے اور چونکہ عورت میں تکثیر ازدواج سے نسل کے بڑھانے کی صلاحیت نہیں اسکو تکثیر ازدواج کی اجازت دینا لاحاصل. لیکن تکثیر نسل کے ساتھ اسکی ضرورت بھی ہے کہ مرد اور عورت جو میاں بی بی ہیں امن وعافیت کے ساتھ زندگی بسر کریں +

مشکل یہ ہے کہ تکثیر ازدواج حد شرعی کے اندر ہو یا باہر جائز ہو یا ناجائز ہر حالت میں منافی امن وعافیت ہے جیساکہ دیکھا جاتا ہے اس سے تو ہر شخص یہی نتیجہ نکالیگا کہ تکثیر کی اجازت گو وہ مشروط اجازت ہے صرف قرآن میں سجھنے کے لیئے ہے کوئی مرد اس سے بطریق جائز مستفید نہیں ہو سکتا. پس اسلام جو دین فطرۃ ہونے کی شیخی مارتا ہے ملۃً سہلۃ سمعۃ اور ما جعل علیکم فی الدین من حرج عیسوی دین ہو گیا مجموعہ محالات کہ عیسائیوں میں ناممکن التعمیل احکام بہت ہیں جیسے رہبانیت یا یہ کوئی دائیں گلے پر طمانچہ مارے تو بے تامل تو بایاں کلہ بھی سامنے دیدے کرے اور ساریا کل کے لیے ذخیرہ مت کر یا اپنے جانی دشمن کے لیے اپنے اکلوتے بیٹے کی طرح خلوص دل سے دعا کر. اسطرح کے احکام کتاب میں لکھے ہوئے شاندار ہیں. عملاً پیچ ایسے احکام کے ہوتے نہ دنیا چلتی ہے اور نہ چل سکتی ہے. ہاں اسلامی حکم جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ ایک واجبی اور معقول بات ہے لیکن

تکثیر ازدواج کا حکم تو ہی عیسائیوں کی بات ظاہر ہیں تو یہ اعتراض بڑا قوی معلوم ہوتا ہے لیکن تکثیر ازدواج شرعی کا ناممکن التعمیل ہونا تسلیم نہیں ہے۔

اس سے کہ لوگ تعمیل نہیں کرتے کسی حکم کو ناممکن التعمیل نہیں کہہ سکتے لوگ نہیں تعمیل کرتے اس لیے کہ کیا مرد اور کیا عورت دونوں نے حد شرعی سے بڑھکر اپنے ادعائی حقوق قرار دے رکھے ہیں دوسرا فریق مزاحمت کرتا ہے تو اس لیے اسکو ظالم ٹھیراتے ہیں یہ ہے خانہ داریوں میں فساد کی جڑ اور اسی وجہ سے حکم خدا ناحق بدنام ہے۔ اس بارے میں عورتوں کی طرف سے اکثر زیادتی ہوتی ہے کہ نہ اپنی حالت اپنی ضرورت پر نظر کریں اور نہ مردوں کی۔ سوکن کے نام کو اپنی چڑ بنا رکھا ہے۔ ہمارے متعارفین میں ایک خانماں کے مارے تھے پہلی بی بی کی عین حیاۃ میں دوسرا نکاح کر لیا پہلی ان کی چوبیس پچیس برس کی رفیق تھی صورت شکل کی بدرجہ اوسط اچھی خاصی صاحب اولاد بیٹوں کی جگہ بیٹے بیٹیوں کی جگہ بیٹیاں بڑی بیٹی سے آگے ایک چھوڑ دو دو بچے سیانا بیٹا ماشاء اللہ جس کی چھ مہینے پورے نہیں ہوئے۔ بسم اللہ ہوئی تھی۔ گود میں ڈیڑھ پونے دو برس کی بیٹی۔ بہو پورے دنوں۔ بزرگوں کے وقت جاگیر بحال۔ آمدنی بافراغت وافر کبھی۔ میاں بی بی میں ان بن سننے میں نہیں آئی مگر سنا گیا کہ بی بی کو مدت سے دم کشی کا روگ تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ آسیب کا سا خلل ہے۔ غرض بیچاری اکثر مریض رہتی تھی اور شاید یہی وجہ ہوئی کہ میاں نے دوسرا گھر آباد کیا پہلی کو خبر ہوئی تو پچھاڑ کھا کر زمین پر گریں کچھ دیر میں بخوابیکے چھینٹوں سے ہوش آیا تو پیٹ پیٹ کر مر جائے اور سارے کنبے کی عورتیں جمع

کرلیں۔ بہتیرا سمجھایا کہ خدا رکھے تمہارے سامنے ارمان نکل چکے اب تم کیوں اپنی جان کھوتی ہو کرلی تو بلا سے۔ باوجودیکہ میاں نے عدل مستطاع میں کمی کرنے کا خیال تک بھی نہیں کیا مگر یہہ نیک بخت گھر میں اُن کے آنے کی روا داری نہوئی ایک ریختی گو شاعر نے یہ معاملہ نظم کیا ہے نظم کا ایک شعر کبھی کا سنا سنایا ہم کو بھی یاد ہے ؎

یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں ۔۔۔ کروں کیا کہ تھپر کی چھاتی نہیں

ہم تو اسکو بھی بے انصافی سمجھتے ہیں کہ سارا اُلاہنا عورتوں کے سر پر تھوپ دیں۔ مرد بھی اپنی جگہ کونسے بھلے مانس ہیں عدل مستطاع کے لیے بھی بڑا ضابطہ آدمی چاہیے۔ فی الاکثر لا حول تکثیر ازدواج کی اصلی محرک حسن پرستی ہوتی ہے اور حسن کا حال یہہ ہے کہ ایک ملک کے لوگ اعضائے خاص کی شکل و صورت اور رنگ اور وضع کی نسبت ایک خاص قرار داد کر لیتے ہیں کہ اس طرح کے اعضا کو حسین سمجھیں گے اول تو مذاق حسن سب جگہ یکساں نہیں۔ انگریز کنجی آنکھوں اور بھورے بالوں کے شیدا ہیں ہم موتی چور آنکھوں اور کالے بالوں کے چینیوں نے ناک کو چہرے کی ہمواری میں مخل انداز سمجھ کر بچوں کی ناک پر کمانیاں چڑھا چڑھا آخر ناک کو مٹا چھوڑا۔ حبش میں کوئی ہمارے ملک کا گیہوں رنگ کا آدمی جا نکلے تو اوسکو مبروص سمجھکر اس کی چھاؤں سے دور بھاگتے ہیں حبشیوں کے ہونٹوں کو تو سنا ہوگا۔ لب زیر نیش نا پرہ ببینی رسیدہ لب زیریں تنش تا بناف فروہشتہ۔ اختلاف مذاق پر طرہ یہ کہ ہر شخص کو اپنے مذاق کے مطابق حسن سے یکساں طور پر ہیجان ہوتا ہے۔ حالانکہ اعضائے خارجی کے حسن کو کیسا ہی ہو نفس خواہش میں کچھ بھی دخل نہیں مثلاً ہمارے شاعر

ناک کی شان میں کہتے ہیں ع

آتش حسن سے ایک شعلہ سرکش بنی

لیکن ہمارے نزدیک اگر کسی کی ناک اچھی ہے تو وہ۔ اسی ناک والے کی کام کی ہے وہ بھی اس صورت میں کہ اسکی قوت شامہ صحیح ہو نتھنوں کی راہ سے سانس کی آمد وشد میں کاوٹ نہ ہو کسی غیر کو اس کی ناک سے کیا تعلق یہ ہے اولاد آدم کی سمجھ سے؎

برخیاے نام وشان وننگ نشان

برخیاے صلح شان و جنگ مغان

با این ہمہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آدمی کی فطرۃ میں جہاں اور باتیں ہیں ایک بات یہ بھی ہے کہ اوئل عمر میں اسکی طبیعت جو رنگ پکڑلیتی ہے وہ تا زیست زائل نہیں ہوتا یعنی ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق حسن صورت کی طرف فطرۃً مائل ہوگا اور اس میلان میں اسپر کچھ الزام نہیں۔ غایت مافی الباب یہ میلان مبنی ہے اصل قوت کا پس میلان کا برا بھلا ہونا موقوف ہے اصل قوت حسن یا قبیح ہونے پر اور اصل قوت خدا داد یعنی فطری قوت ہے کہ عمر کی ایک حد خاص کو پہنچ کر خود بخود ظہور کرتی ہے اور تمام خدا داد اور فطری قوتیں حسن ہیں اس واسطے کہ کسی مصلحت سے خدا نے دی ہیں احسن کل شئی خلقہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ان خدا داد قوتوں کے بدوں کسی انسان کو انسان کامل نہیں کہہ سکتے ہیں۔ ہاں بعض قوتیں ایسی ہیں کہ ان کو احتیاط سے عمل میں لایا جائے تو امن وعافیت میں خلل انداز ہوں جو عموماً کل مذاہب کی غرض وغایت ہونی چاہیئے اور خصوصاً اسلام کی ہے سو اسلامی شریعت نے احکام وہدایت سے واضح طور پر احتیاط کا رستہ بتا دیا کہ وہ مصلحت

بہی قوت نہ ہو جس کے لیے وہ قوت دی گئی ہے اور امن و عافیت میں
بہی کسی طرح کا خلل واقع نہ ہو اب یہی قوت ہے جسکی نسبت دیر سے بحث
ہو رہی ہے کہ اسلامی شریعت نے عدل مستطاع کی قید لگا کر مردوں کو
چار تک اجازت دینے سے ایک طرف اُن اغراض کی حفاظت کی جو
تکثیر کے بدون حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اور دوسری طرف عورتوں کے حقوق
کی کہ اُن پر بہی ظلم نہ ہو جس کی وہ برداشت نہ کر سکیں۔ عیسائیوں میں زناشوئی
کا تعلق مرنے بہرنے کا تعلق ہے اور ان کے یہاں مرد عورت میں اسطرح
کا تعلق ہوئے پیچھے وہ تعلق منقطع نہیں ہو سکتا۔ لیکن اسطرح کی صورتیں
واقع ہوتی رہتی ہیں کہ کسی وجہ سے میاں بی بی میں سازگاری ہو سکتی یا باقی رہ نہیں
سکتی تو اس مذہبی نقص کے رفع کرنے کو ان لوگوں نے ایک عدالتی علیحدگی
ایجاد کی جس سے اسلامی طلاق اور خلع کا کام لیا جاتا ہے یہ اور عیسائیت
کے ایسے کتنے اور نقص ہیں جن کو اسلامی شریعت نے پورا کیا مگر زنا
شوئی کا کچہہ علاج نہیں خیر تو عدل مستطاع میں بہی عورتوں کے حقوق
کی رعایت ہے اور وہ طلاق سے آسان تر ہے مسلمان بیبیوں کو چاہیے
کہ اسیکو غنیمت سمجہیں اور اسلام کی احسانمند ہوں۔ عدل مستطاع کی
شرط عورت اور مرد دونوں کے حق میں یکساں مفید ہے کہ عورت مطلقہ ہونے
کی مصیبت سے بچتی ہے تو مرد مواخذہ بے انصافی سے ولعذاب الآخرة
اکبر[ط] امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے تو مردونکا ایک اور فائدہ بہی استنباط
کیا تہا کہ تکثیر ازدواج مستلزم تکثیر عیال ہے۔ عدل مستطاع کی قید لگانے
سے تکثیر ازدواج میں کمی ہوگی تو عیال کی تکثیر میں بہی ضرور کمی ہوگی اور قلت

---

[ط] اور آخرت کا عذاب تو دنیا کے عذاب سے کہیں بڑھکر ہے ۱۲

عیال مستلزم قلت نفقات ہے یعنے چار تک تکثیر ازدواج میں تکثیر عیال کا
چنداں خوف نہیں اور مسلمان محدود تکثیر ازدواج کے ساتھ بھی فارغ البال
اور خوشحال رہ سکتے ہیں لیکن ہماری رائے میں شخصی حالات کو عیال کی
تکثیر اور تقلیل میں بڑا دخل ہے ممکن ہے کہ بعض خانہ داریوں میں چار
بیبیوں سے بھی کم میں عیال کثیر ہو جائے اور بہت میں نہ ہو بلکہ ہمارے
ملک کے امرا میں تو اکثر معاملہ بالعکس دیکھا جاتا ہے کہ بیبیاں بہت اور اولاد
کم یا بالکل نہیں امام صاحب نے الا تعولوا کے معنے قلت عیال کے سمجھے
حالانکہ لغت عربی کی رو سے یہ معنے الا تعیلوا کے ہوتے ہیں نہ الا تعولوا
کے۔ اور قرآن میں الا تعولوا ہے نہ الا تعیلوا۔ بس تو وہی بات رہی
کہ شارع اسلام نے تکثیر ازدواج کی حد غایت چار ٹھیرا دی ہے وہ بھی
بشرط عدل اور عدل نہ ہو سکے تو نہ چار نہ تین نہ دو بس ایک اس کو بھی
اجازت نہیں بلکہ ایک اعتبار سے تکثیر کی ممانعت ہی سمجھو کیونکہ عدل کی
شرط کو پورا کرنا گو وہ عدل مستطاع ہی کیوں نہ ہو عقلاً نہیں تو عادۃً محال نہیں تو
محال کے قریب ضرور ہے ؎

چار ٹکڑے کروں دل کے یہ نہیں ہو سکتا
رخ کو دوں لب کو نہ دوں زلف کو دوں تل کو نہ دوں

اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمام اقوام متمدنہ روئے زمین میں اہل
عرب کا تمدن پیٹ بھر کر بگڑا ہوا تھا ان ہی کی اصلاح کے لیئے پیغمبر صاحب
عرب میں مبعوث ہوئے ان ہی کی اصلاح کے لیئے قرآن عربی زبان میں
نازل ہوا بعد کو فرمان واجب الاذعان انا ارسلنک کافۃ للناس کے ذریعے

سلہ اے پیغمبر ہم نے تم کو دنیا جہان کے لوگوں کے لیے بناکر بھیجا ہے ۱۲

سے رسالت عالمگیر کرائی گئی اس لیے کہ احکام قرآنی فطرت انسانی پر مبنی تھے اور فطرت انسانی تمام بنی آدم میں ہے عام تمدن کے ضمن میں اہل عرب کی خانہ داری خصوصاً بدتر سے بدتر حالت میں تھی ان کے ہاں بیبیوں کی کوئی حد نہ تھی۔ اگر انکی خانہ داریوں کی ساری خرابیاں لکھی جائیں تو بجائے خود ایک مستقل اچھی خاصی کتاب لکھنی پڑے قرآن اور احادیث سے جابجا بہت سی خرابیاں کا پتہ لگتا ہے۔ ہم اس مقام پر اتنی ہی بات جتاتی ہے کہ باوجودیکہ عرب میں عوت مرد کے مقابلے میں بہت ہی دبی ہوئی ہیں خدا نے ان کی فطرت ہی سی بنائی ہے تاہم اگرچہ وقت واحد میں وہ کئی مرد نہیں کرسکتی تھی پھر بھی دو یکے بعد دیگرے جتنے شوہر چاہتی کرتی اور اس کی آبرو میں سرمو فرق نہ آ۔

ہم ہندوستان کے مسلمانوں کی طرح نہیں بلکہ اپنے مذہب کو بالائے طاق رکھکر اوروں کی بہت سی رسمیں اختیار کر بیٹھے سالے کاش ستی کی رسم بھی اختیار کر لیتے تو بیوہ عورت چتا پر بیٹھ کر چند منٹ میں جل بھن کر راکھ ہو جاتی تو روح وریاح رکھہ تو وہ اب بھی ہوتی ہے مگر چونکہ اسلام تو ایسی ظالمانہ رسم کو کیون جائز رکھنے لگا تھا۔ رسوم کی روسے وہ دوسرا نکاح کر نہیں سکتی گیلی لکڑی کی طرح سُلگ سُلگ کر۔ بس عرب کی عورتوں کے حق میں ایک چھوڑ دوسری سہولتیں تھیں ایک ملکی لباس کے مطابق یکے بعد دیگرے متعدد شوہروں سے نکاح کرنے کی دوسری اسلامی شریعت کے عدل کی۔ لیکن ہمارے ہندوستان میں پہلی سہولیت کا نام نہیں۔ عورت دوسرا نکاح کرلے تو عزت آبرو سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ عورت تو عورت مرد کسی بیوہ عورت سے نکاح کرسے تو اسکی اولاد کی نسبت

ناطے کی مشکل پڑ جائے۔ یہ ہی ہے ہمارا ایمان اور اسلام کہ پیغمبر صاحب کی بیبیوں اور ان کی بیٹیوں سے ہم شرافت میں بڑھ کر ہیں۔ مولویوں نے سمجھا بجھا کر اور مسلمانوں کا جم غفیر موند سے نہ کہے تو دل میں کہتا ہے بھکا کر دو چار رانڈوں کے نکاح کرا دیے ہیں تو اس سے داغ کفر دانکار قوم کے ناصیہ حال سے نہیں مٹ سکتا۔ ہم نے تو جہاں تک ہماری عقل نے یاری دی۔ تکثیر ازدواج کے بارے میں اسلامی شریعت کے حکم کو منصفانہ اور مطابق فطرت ثابت کرنے کی کوشش کی اس پہ بھی اگر مسلمان قائل نہ ہوں تو اپنا سر کھائیں اور معلوم ہے کہ قائل نہوں گے مرد تو عدل کی قید سے گھبراتے ہیں۔ اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ عَلٰی مَا مُنِعَ عورتیں عدل مستطاع پر قانع نہیں۔ ان وقتوں کے ایمان جیسے ضعیف ہیں ہم کو معلوم ہے اور ہم تو اس مسئلے پر ہرگز قلم نہ اٹھاتے مگر مخالفین الٹا چور کوتوال کو ڈانڈے اسی تکثیر کی وجہ سے آسمان کو تھوکتے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے تقدس پر موتھہ آتے ہیں ہم حق بات سے سکوت نہ کر سکے وباللہ التوفیق +

تکثیر ازدواج کا تخمہ اکثر امرا کو ہوتا ہے تو امراء کے فعل کی سند پکڑ کر عام مسلمانوں کو تکثیر کا مجرم ٹھیرانا تری ہیکڑی اور ہٹ دھرمی ہے امراء اور کون سے افعال میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا تفرقہ کرتے ہیں کہ تکثیر ازدواج میں کریں گے دین تو رہا اپنی جگہ یہ دنیا کے نفع و نقصان میں کیا تمیز کرتے ہیں۔ بزرگوں کی کمائی بے دریغ اڑائے چلے جا رہے ہیں اور انجام کار کا کبھی خیال نہیں کرتے تو ان کی تکثیر سے تو ہم جدا بھی نہیں ہاں جب تکثیر کی شرع میں اجازت ہے اسکی حمایت کو ہم موجود ہیں۔

پیغمبر صاحب کی تکثیر کو عام مسلمانوں کی شرعی تکثیر پر قیاس کرنا ایسا ہی قیاس مع الفارق ہے جیسا پیغمبر صاحب کو مسلمانوں میں جو وجہ فارق ہے اسکو خود پیغمبر صاحب نے قرآن پاک کے ان الفاظ میں صاف بتا دیا ہے *

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ یہاں تو یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ہے اور دوسری جگہ اُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْۢ بَلَغَ بہرکیف پیغمبر صاحب ہماری ہی طرح کے بشر تھے اور انمیں تمام بشری خواص تھے مگر بشریت ایک کثیف چیز ہے اور فرشتے ٹھیرے ارواح مجردہ اور لطیف اسی لیے پیغمبر کی بشریت میں ایک خاص طرح کی لطافت یعنے روحانیت ہوتی ہے جو کسی اور چیز میں نہیں ہوتی اور اسی روحانیت کی وجہ سے فرشتہ پیغمبر پر وحی لاتا ہے یعنی پیغمبر برزخ ہوتا ہے درمیان بشر اور ملائکہ کے ؎

ادھر مخلوق میں شامل ادھر اللہ سے واصل
خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا

پس ہم پیغمبر صاحب کے کسی فعل کو نہ اپنے افعال پر قیاس کر سکتے ہیں اور نہ اپنی تحریکات میں سے قطعی طور پر کسی تحریک کو ان کی طرف منسوب کر سکتے ہیں غرض ہم کو پیغمبر صاحب کی حقیقت تو پوری پوری معلوم نہیں تاہم ؏

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ہم خالص بشری خواص ہی کے اعتبار سے پیغمبر صاحب کے تعلقات

---

۱؎ میں بھی تم ہی جیسا آدمی ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے ۱۲ ۲؎ یہ قرآن میری طرف اسی لیے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تمکو اور جسے اسکی خبر پہونچے اسکو عذاب خدا سے ڈراؤں ۱۲

پر نظر ڈالنے میں یہاں خاصۂ بشری سے مراد لینی ہوگی تو قوہ اب دیکھنا چاہتے ہیں کہ دواعی تکثیر ازواج کیا ہوسکتے ہیں مشہور تو یہ ہے کہ ع

مال وجمال وآل بخواہند از زناں

لیکن نہ یہ تقسیم درست ہے نہ اس کی ترتیب دواعی تکثیر ازواج میں سب سے پہلے ہماری نظر غلبۂ قوت پر پڑتی ہے کہ یہ قوۃ ہی مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کی طرف مائل کرتی ہے خلاق عالم نے اس قوت میں ایک طرح کی لذت رکھی ہے اور وہ لذت مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ مقصود بالذات ہے تکثیر نسل جو نتیجہ ہے اس قوت سے کام لینے کا مگر کوتاہ بین آدمی نے تکثیر نسل سے قطع نظر کرکے لذت کو مقصود بالذات بنالیا۔ یہ بھوک پیاس کی طرح اضطراری نہیں مگر لوگ اس کے پیچھے سلطنتیں تک کھو بیٹھے ہیں با ایں ہمہ چونکہ فطری اور خداداد ہے ہم اس قوت کو برا بھی نہیں کہہ سکتے ہیں قوت فی نفسہا بری نہیں۔ بے جا استعمال نے اسکو بدنام کر رکھا ہے۔ ورنہ خداداد قوتیں سب اچھی ہی ہیں علی القیاس غصہ علی ہذا القیاس حب مال بلکہ فطری قوتوں میں ایک بات اور بھی دیکھی جاتی ہے کہ ان قوتوں کی زیادتی کمال انسانیت کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ حافظہ۔ ذہانت باصرہ۔ سامعہ توانائی۔ کل جسمانی قوتوں کا یہی حال ہے اور اب یہ بات عام طور پر مان لی گئی ہے کہ روح کی توانائی جسم کی توانائی پر موقوف ہے جسم ضعیف روح قوی کا حامل ہو نہیں سکتا اور سرکاری مدارس میں اسی مصلحت سے لان ٹینس اور فٹ بال اور دوسرے کھیلوں کی ریاضتیں لازمی قرار دی گئی ہیں تاکہ طلبہ چاق چوبند۔ چونچال رہیں اس اصول کے مطابق اس قوۃ کا بھی جو زیر بحث ہے یہی حال ہونا چاہیئے مگر کثرت استعمال نے بے جا

زیادتی تو رہی در کنار مت کہ سے قوت ہی کو کمالات انسانی کی فہرست سے خارج کر دیا ہے شاید حیادار شخص یہ چاہتے ہیں کہ لوگ عنین پیدا ہوں تو وہ معتوہ العقل بھی ہوں گے اور ایسا ہی دیکھا بھی گیا ہے پس جب یہ قوت فطری ہونے کی وجہ سے قبیح نہ ٹھیری بلکہ جو اس قوت سے محروم ہو وہ انسان ناقص سمجھا جائے تو اس کے موئدات اور معدات کیوں قبیح ہونے لگے یعنی مثلاً محل استعمال قوت کا حسن صورت کہ وہ بیش بریں نیست کہ مذاق قوی کے مطابق قوت کو ہیجان لانے والا ہے۔ شباب کو بھی ہم حسن صورت کی ایک ادا سمجھتے ہیں سے

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد
بندۂ طلعتِ آنیم کہ آنے دارد

کچھ حسن صورت پر موقوف نہیں کہ اسیکی وجہ سے مرد عورتوں کی طرف رغبت کرتے ہوں اور بھی چند در چند باتیں ہیں جو مردوں کو مرغوب ہیں کوئی ہنرمند کو پسند کرتا ہے کوئی دیندار کو۔ کوئی خدمت گزار اور اطاعت شعار کو کوئی اچھے خاندان کو۔ کوئی مال دار کو جو بہت سارا جہیز لائے اور ساس سسر اس قدر خوش حال ہوں کہ بیٹی کو معقول آمدنی جہیز میں دیدیں تو اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ کوئی لکھی پڑھی کو۔ آجکل کے انگریزی خواں ایسی بے تکلف کو جو تہذیب النسواں میں شوہر کے لیئے اشتہار دے انتخاب شوہر سے پہلے جو ملنے اس کو اپنا فوٹو بھیجدے اس کے اندرونی حالات پوچھے جائیں تو اپنا کچا چٹھا کھولکر آگے رکھدے یعنی اُڑکر مردوں کو لپٹتی پھرے کوئی اولاد کے لیے بی بی کرتا ہے اور اسی نے عورت کی غرض غایت کو ٹھیک سمجھا ہے۔ غرض شخصی ضرورتیں شخصی مذاق بہتیرے ہیں جنکی وجہ سے

مرد عورتوں پر گرتے ہیں اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ بیبیوں سے پیغیبر صاحب کی کونسی غرض متعلق ہوسکتی تہی۔ چونکہ وہ بشر تھے اور بشر ہی کامل القوے اور خود پکار سے کہتے تہے۔ انا البشر مثلکم[1] اور لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب[2] لا اقول لکم انی ملک تو ذکور کو اناث کی طرف مائل ہونے میں خام جائز وجوہ جو اوروں کی طرف منسوب ہوسکتی ہیں پیغیبر صاحب کی طرف بہی منسوب کی جاسکتی ہیں سب اس سے کہ اُن کی شان پیغمبری میں فی راسا بہی ضعف آئے یہ کہا انو۔ کچہ پیغمبر تو نہ تہے ماکنت بدعا من الرسل[3] ان سے پہلے بہی پیغبر آئے منہم من قصصنا علیک منہم من لم نقصص علیک[4]۔ اور وہ سب صنف بشری سے تہے اور ستۃ ضروریہ کے بدون ترکیب عنصری کو باقی نہیں رکھ سکتے تہے یاکلون الطعام ویمشون فے الاسواق[5] تو اس ایک قوت لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ[6] سے کیا قصور کیا ہے کہ اس کا عمل میں لانا مستلزم کسر شان پیغمبری ہو۔ وداعی نکاح جو ہمنے اوپر گنوائے ہیں

[1] کہ میں بہی تم ہی جیسا بشر ہوں ۱۲

[2] میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کی (سرکار) کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں ۱۲

[3] میں پیغمبروں میں کوئی انوکھا پیغمبر تو ہوں نہیں ۱۲

[4] ان پیغمبروں میں سے (بعض) ایسے ہیں جن حالات ہم نے تم کو سنائے

[5] اور ان میں (بعض) ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے تمکو نہیں سنائے ۱۲

[6] وہ (پیغمبر) کہانا بہی کہاتے تھے اور بازاروں میں (بہی) چلتے پہرتے تہے ۱۲

تاکہ تم کو ان کی طرف (رغبت کرنے سے) راحت ملے اور تم (میاں بی بی) میں پیار اور اخلاص پیدا کیا ہے ۱۲

اس کے علاوہ پیغمبر صاحب میں اشاعت اسلام کا ایک داعیہ خاص بہی تہا تمام داعی پر غالب وہ دین توحید لیکر آئے تمام ادیان مروجہ کے مخالف اور لیکر آئے ایسے لوگوں میں جن کو بھلمنساہت چہو نہیں گئی تہی وہ چہوٹے کے ساتہہ گالی گلوچ اور مار کٹائی پر اوتر پڑتے صبر و تحمل کی بہی ایک حد ہوتی ہے مگر کرتے کیا ایک طرف خدا کہتا ہے یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته اوسی پر بس نہیں دوسری جگہ فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین فما منکم من احد عنه حاجزین۔ دوسری طرف جو ہے خون کا پیاسا ہی اور اگر واللہ یعصمک من الناس اور واصبر وما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیق مما یمکرون کی تقویت اور حفاظت نہوتی تو رسالت کی بیل ایک گھڑی بہی منڈہے چڑہنے والی نہ تہی مگر صداقت کے بھروسے بد

۵۱ اسے پیغمبر جو احکام اتپر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئے ہیں دبلا کم وکاست لوگوں کو) سمجہا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجہا جائیگا کہ تم نے خدا کا پیغام سبہی لوگوں کو) نہ پہونچایا ۱۲

۵۲ اور اگر پیغمبر زبردستی کوئی بات ہمارے سر چپیکتا تو ہم نے دخونیوں کی طرح) اس کا دہنا ہاتہ پکڑ کر اس کی گردن اڑادی ہوتی اور تم میں کوئی بہی ہم کو اس سے روک نہ سکتا۔

۵۳ اور اللہ تم کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ اور سلے پیغمبر تم مخالفوں کی ایذاؤں پر صبر کرو اور خدا کی توفیق کے بدوں تم صبر کرہی نہیں سکتے اور ان مخالفوں کے حال پر افسوس کرو اور یہ لوگ جو تمہاری مخالفت میں تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو ۱۲ م

پیغمبر صاحب تیرہ برس تمام آفتیں بھگتتے رہے یہانتک کہ مجبور
تنگ ہوکے سب چلے اور مدینے میں جاکر پناہ لی اتنی کیسے دل میں کہ یہ سب
کچھ برس سمجھ کر ہی اسلام پر نہیں پہنچتے۔ لوگ بیبیاں کرنے میں جو غرض
مدنظر رکھتے ہوں۔ ہمارا دل تو گواہی دیتا ہے اور ہمارا دل کیا گواہی دیتا ہر
ہر ایک منصف دل گواہی دے گا کہ پیغمبر صاحب نے جو بی بی کی اسلام
کا مقاد مدنظر رکھکر کیسی نفسانی خواہش اور کیسا حسن و جمال اور کیسی دولت
اون کو اسلام کے آگے سب ہیچ تھا۔ ہم اسکی ضرورت تو سمجھتے
نہیں کہ مناکحت کو خلاف شان پیغمبری سمجھکر پیغمبر صاحب میں فقدان قوت
کے قائل ہوں۔ ایسا سمجھنا ان کے کمال انسانیت کو بٹہ لگانا ہے۔ پس سچی
اور سیدھی بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب کی مناکحت میں اس قوت کو بھی
دخل ضرور تھا مگر اسلام کی دھن کے آگے پیغمبر صاحب کی تمام بشری خواہشیں
بشری اغراض مغلوب تھیں۔ ہر نکاح میں اول اور اقدم اسلام اور اسلام
کی رونق میں دوسری اغراض اور یہی وجہ تکثیر ازدواج کی بھی ہوئی کہ دامادی کے
دباؤ سے سارے سسرالی قبیلے کو جھکنا پڑتا ہے اور اسی کی اسلام کی
اشاعت کے لیے بڑی ضرورت تھی۔ یہانتک کہ جب اسلام کو خدا نے
غلبہ دیا اور اعوان و انصار کے بہم پہنچانے کی ضرورت نہ رہی لا یحل لک
النساء من بعد سے تکثیر کو روک دیا۔ غرض ہم تو پیغمبر صاحب کے نکاحوں
میں کسیطرح کی اخلاقی برائی پاتے نہیں۔ یہ بات کہ اشاعت اسلام کے
آگے پیغمبر صاحب کی تمام بشری خواہشیں مغلوب تھیں اس کی ہمارے پاس
بہت سی دلائل ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ پیغمبری کے پہلے سے پیغمبر صاحب بالطبع

ملہ دسلے پیغمبر اس وقت کے بعد سے دوسری عورتیں تمکو درست نہیں ۱۲

بت پرستی سے نفور رہتے تھے اور اپنی قوم اپنے اہل وطن بلکہ تمام لوگوں کو مبتلائے گمراہی دیکھکر بہت ہی بےچین رہتے تھے ان کو اس فکر میں کھانا پینا سونا ملنا جلنا کوئی چیز بھلی نہیں معلوم ہوتی تھی بس یہ اُن کے اخلاق کا اصل الاصول ہے غلبۂ اسلام کے ساتھہ اس فکر کی شان تو بدلی مگر مرتے دم تک رہے اسی فکر میں منہمک ؎

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
غم کے جانے کا بہت ماتم رہا

ہم اس درد کا ٹھیک اندازہ کر نہیں سکتے جوان کو ابنائے جنس کا تھا۔ پیغمبری کے قریب قریب وہ بالکل عزلت پسند ہو گئے تھے اکیلے غار حرا میں بیٹھے خدا کا دھیان کرتے بلکہ ایک مرتبہ مایوسی کی حالت میں پہاڑ پر سے گر کر اپنی جان تک گنوا دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اسی حالت پر قیاس کر لو کہ جس شخص کے ایسے خیالات ہوں اسکو نفسانی خواہشیں کہاں تک گدگدا سکتی ہیں عرب جیسے گرم ملک کے رہنے والے جہاں مرد اور عورت دونوں سویرے بالغ ہوجاتے ہیں اول درجے کے شریف النسب جوان خوش رو نیکنام بہمہ صفت موصوف یہ تو اگر جھوٹوں طلب کرتے سکے کے بڑے بڑے رئیس بخوں اپنی بیٹیاں ان سے بیاہ دیتے مگر ان کو مذہبی استغراق میں ایسی باتوں کا خیال ہی نہ تھا۔ پیغمبر صاحب تو یتیم پیدا ہوئے تھے شروع دادا عبدالمطلب کے کنارِ عاطفت میں پرورش پائی اون کے انتقال کے بعد چچا ابو طالب کفالت کرتے رہے۔ قریش خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے تمام قبائل عرب کے رئیس تھے اور قبیلۂ قریش کے رئیس کا بنو عبد مناف کا جو پیغمبر صاحب کے آبا و اجداد ہ

باوجود سخت مذہبی مخالفت اور پرخاش کے پہلے عبدالمطلب و عبدالمطلب کے بعد ابوطالب کی حمایت کی وجہ سے پیغمبر صاحب دشمنوں کی دست درازی سے بہت کچھ محفوظ تھے مگر وہ لوگ اس ٹوہ میں تھے کہ کسی ڈھب سے دادا اور چچا ان سے دست بردار ہو جائیں تو پھر چٹکی بجاتے میں اس آئے دن کے جھگڑے کا تیا پانچا کر دیں یہ دل میں ٹھان اور جمع ہو کر ابوطالب پاس گئے اور ان سے جا کر کہا کہ آپ کو تو کچھ خبر نہیں ہوتی آپکے بھتیجے نے ہم سب کا ناک میں دم کر رکھا ہے اُس کو ایک نئے دین کا خبط اُچھلا ہے۔ سر بازار اور گلی کوچوں میں ہمارے مذہب کی توہین بزرگوں کی تحمیق کرتا پھرتا ہے ہم آپ کے لحاظ سے لہو کے سے گھونٹ پیکر رہ جاتے ہیں آپ اُسکو ہمارے سامنے بلا کر پوچھئے تو سہی کہ آخر یہ چاہتا کیا ہے اگر ریاست کی ہوس ہے تو ہم سب اس بھرے مجمع میں اسکو اپنا بادشاہ کر لیتے ہیں اگر دولت درکار ہے تو جتنا کہے چندہ جمع کر دیں کہ یہ امیرالامرا ہو جائے اگر خوبصورت عورت چاہیئے تو قریشی عورتیں حسن میں شہرۂ آفاق ہیں جس کو پسند کرے اس کو اس سے بیاہ دیں اور اگر اس کا دل اُٹ گیا ہے تو طبیب سے بسیانے سے اس کا علاج کرائیں اور اگر کسی صورت سے راضی نہ ہو تو آپ اپنے دین آبائی کی خاطر اس پر سے اپنا ہاتھ اُٹھائیں۔ پھر ہم اس سے سمجھ لیں گے یا یہی نہ ہوگا یا ہم نہ ہوں گے

ابوطالب نے پیغمبر صاحب کو سب کے روبرو بلا کر کہا کہ بھتیجے: یہ سب بھلے بھلے آدمی تم سے ایک معقول درخواست کرتے ہیں تم سچ سمجھکر ان کو جواب دو۔ پیغمبر صاحب نے چچا کے کہنے سے ایسا خیال کیا کہ شاید چچا

مجھکو جواب دیتے ہیں یہ سمجھکر ان کو اپنی بیکسی پر رونا آیا۔ مگر کہا تو یہ کہا کہ یہ لوگ مجھکو کیا لالچ دکہاتے ہیں اگر چاند سورج کو بہی میری گود میں لا بٹہائیں میں اپنے ارادے سے باز آنے والا نہیں۔ یہ حکایت ہم نے اس غرض سے بیان کی کہ اگر پیغمبر صاحب کو بی بی کی خواہش ہوتی تو اس سے بہتر اور کون سا موقع ہو سکتا تہا مگر ان کو اس سے بحث ہی نہ تہی انکا نکاح پہلا خدیجۃ الکبرےٰ سے ہوا۔ ان کی خواستگاری سے نہیں بلکہ خدیجۃ الکبرےٰ نے خود پیام دیا۔ نکاح کے وقت پیغمبر صاحب کی عمر ۲۵ برس کی تہی اور خدیجۃ الکبرےٰ کی ۴۰ برس کی علاوہ بریں خدیجۃ الکبرےٰ پیغمبر صاحب کی پہلی بی بی تھیں اور پیغمبر صاحب خدیجہ کے تیسرے شوہر۔ ان کے پہلے شوہر ابو ہالہ اور دوسرے عتیق ان کو بیوہ چہوڑ کر مر گئے تھے اس حکایت سے کام کی کئی باتیں مستنبط ہوتی ہیں سب سے پہلے یہ کہ نفسانی خواہش پیغمبر صاحب کو خدیجہ سے نکاح کرنے کی محرک نہیں ہوئی ورنہ وہ اپنے سے پندرہ برس بڑی بیوہ صاحب اولاد کو نہ کرتے بلکہ خدیجہ میں چند در چند خصوصیتیں تھیں۔ سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت ان کے مذہبی خیالات تھے۔ ان کے تفصیلی حالات پیغمبر صاحب کی دوسری بیبیوں کی طرح ان ہی کے بیان خاص میں لکہیں گے جب عنفوان شباب میں پیغمبر صاحب نے نفسانی خواہش کی پروا نہ کی۔ تو بعد کے نکاحوں میں جبکہ یوماً فیوماً عمر رو بانحطاط تہی اور اسلامی ترقیات روز افزوں یا دکیونکر کر سکتے تھے پیغمبر صاحب کے مزاج میں حیا کی افراط بہی بدرجہ غایت تہی الحیاء[1] من الایمان اور اس کی وجہ سے وہ تکثیر نار وا پر قادر ہی نہ تھے ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ کعبہ

---

[1] حیا ایمان کی ایک شاخ ہے ۱۲

آتش اتفاقی سے جل کر مسمار ہو گیا تھا قریش نے جمع ہو کر از سر نو اسکو بنانا شروع کیا تو ہر شخص کار ثواب سمجھکر اس کی تعمیر میں جو جس سے بن پڑا تھا خدمت کرتا تھا یہانتک کہ مال مسالا کندھوں پر ڈھو ڈھو کر پہونچا رہے تھے ان میں پیغمبر صاحب کے چچا عباس بھی تھے اتنے میں پیغمبر صاحب بھی آ نکلے اور لگے کندھے پر پتھر ڈھونے اس وقت پیغمبر صاحب کی عمر ۱۴ برس کی رہی ہوگی اور عرب میں اتنی عمر کے لڑکے ستر عورت بہت کم کیا کرتے تھے عباس نے جوان کو کندھے پر پتھر لاتے دیکھا انکا تہمد کھول گنڈلی بنا کر کندھے پر رکھ دیا کہ اسپر پتھر رکھو نہیں کندھا چھل جائے گا تہمد کا کھولنا تھا کہ بیہ مارے حیا کے غش کھا کر گر پڑے تہمد بدستور باندھ دیا تب ان کو ہوش آیا پھر آخر عمر تک یہی حال رہا کہ عورتیں بیعت کرنے آتیں توان کو دور ہی سے کہہ دیتے کہ جاؤ تمہاری بیعت ہو گئی غرض کسی اجنبی عورت کا ہاتھ تک نہیں چھوا ہم نے اب تک پیغمبر صاحب کی تکثیر ازدواج کی بابت جو کچھ لکھا پیغمبر صاحب کی طرف سے لکھا کہ ان کی مناکحت میں غرض اولین پاسداری اسلام ہوتی تھی اور علی سبیل التنزیل غرض ثانوی کے طور پر اس میں شائبہ خواہش نفسانی کا بھی ہو تو چونکہ خواہش نفسانی فطری اور خداداد اور بقائے نوع انسان کا سبب ظاہر ہے اور اسی وجہ سے کوئی فرد بشر اس سے بری نہیں تو پیغمبر صاحب میں اس خواہش کے ہونے سے ان کی شان پیغمبری میں کسی طرح ضعف اور فتور نہیں آتا بلکہ اس خواہش کا فقدان نقصان بشریت ہے اور پیغمبر کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے یہ سبب کچھ ہی کا نکاح سے تو زن و شوہر دو شخصوں کے حقوق متعلق ہوتے ہیں تو ہم کو امہات المومنین

کے لحاظ سے بھی پیغمبر صاحب کے نکاحوں پر نظر کرنی چاہیئے۔

عرب کے رسم ورواج نے تو عورتوں کے تمام حقوق پامال ہی کر دیے تھے کہ عورت مرد سے کسی حق کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتی تھی مگر اسلام نے لہن مثل الذی علیہن بالمعروف سے اور تکثیر ازواج کی صورت میں عدل کی شرط سے عورتوں کو حقدار ٹھہرایا۔ دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر صاحب اپنی ازواج میں کہاں تک شرط عدل کا ایفا کرتے تھے۔

سیر کی تمام کتابیں بالاجماع گواہی دیتی ہیں کہ پیغمبر صاحب نے امہات المومنین میں بالمساوات دن تقسیم کر رکھے تھے جس دن جس کی باری ہوتی اس کے یہاں شب باش ہوتے۔ سفر میں کسی کو ساتھ لیجانا ہوتا تو قرعہ ڈالتے غرض سفر میں حضر میں کسی حالت میں مساوات کے قاعدے کا نقض نہیں کیا۔ جس دن مرض الموت میں علیل ہوئے زینب بی بی کی باری تھی اس خیال سے کہ ام المومنین عائشہ کے گھر میں تیمارداری اچھی ہوگی اور ان کے والد ابوبکرؓ جو پیغمبر صاحب کے مشیر خاص تھے بیٹی کے گھر پر آمد و شد کر سکیں گے سب بیبیوں کی اجازت سے عائشہؓ کے گھر بیماری کے دن کاٹنے چلے گئے اور دوسری بات یہ ہے کہ امہات المومنین کو عام بیبیوں پر قیاس کرنا ہی ٹھیک نہیں یانساء النبی لستن کاحد من النساء[۱] بے شک پیغمبر صاحب کی بیبیاں پیغمبر تو نہ تھیں اور کبھی کوئی عورت نبی نہیں ہوئی مگر مردوں میں جو شرف پیغمبر صاحب کو حاصل تھا۔ عورتوں میں شرف ہمبستری پیغمبر کو بھی اسی کے لگ بھگ سمجھو[۲] الطیبت للطیبین والطیبون للطیبت

---

[۱] پیغمبر کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں ۱۲

[۲] پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ۱۲

للطیبت دنیا کی نظروں میں وہ ازواج امہات مطہرہ کیا کچھ تھوڑا شرف ہے۔
جس طرح پیغمبر صاحب اسلام کے آگے کبھی دنیاوی خواہش کی چنداں پرواہ
نہیں کرتے تھے یہی حال کل امہات المومنین کا تھا کہ پیغمبر صاحب کی ہم بستری
کے آگے ان کی سب خواہشیں مغلوب تھیں عورتوں کو نان ونفقہ کی بڑی
طمع ہوتی ہے تو امہات المومنین سب کی سب خوشدلی کے ساتھ فقروفاقے
میں بسر کرتی تھیں پیغمبر صاحب نے صاف لفظوں میں ان سب سے کہہ دیا تھا
ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا
جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد
للمحسنت منکن اجرا عظیما ہ
روایت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر صاحب نے عائشہؓ کی نوعمری
کی وجہ سے ان سے کہا تھا کہ دوٹوک جواب دینے سے پہلے تم اپنے
باپ سے رائے لے لینا. عائشہؓ نے چھوٹتے ہی کہا کہ باپ سے صلاح
لینے کی کچھ ضرورت نہیں میں خدا رسول اور دار آخرت کی زوجیت کی کس قدر
عظمت کرتی تھیں ام المومنین سودہ عمر سے اتری ہوئی تھیں ان کو از خود خیال تھا
کہ کہیں پیغمبر صاحب مجھکو چھوڑ نہ دیں انہوں سنے خوشی راضی سے عائشہؓ
کو اپنی باری دے دی اور پیغمبر صاحب سے کہا کہ مجھکو اسی قدر بس کرتا ہے

---

ملہ اور پیغمبر کی بیبیاں (ادب وتعظیم میں) ان کی مائیں ہیں ۱۲

سلہ کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کے ساز وسامان کی طلب گار ہو تو آؤ میں تمہیں دکچھ دے دلا کر خوشدلی سے رخصت کردوں اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور عاقبت کے گھر کی خواہاں ہو تو تم میں سے جو نیکوکار ہیں ان کے لیے اللہ نے بڑے اچھے اجر تیار کر رکھے ہیں ۱۲

کریں قیامت میں آپ کی بی بی کہہ کر پکاری جاؤں۔

ہم پیغمبر صاحب کو تمام لوازم خاصۂ بشریت کے ساتھ بشر مانتے ہیں اور وہ خود اس کے معترف تھے ہاں جو بات تفتیش حالات سے ہم کو ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ پیغمبر صاحب اور امہات المومنین فریقین کو نکاح میں مذہبی غرض زیادہ تر مقصود تھی پیغمبر صاحب کو اسلام کی تقویت اور امہات المومنین کو شرف ہم بستری پیغمبر۔ دنیاوی اعتبار سے بھی کیا کوئی عزت اس عزة کو پا سکتی ہے کہ پیغمبر صاحب کی بیبیاں ادب اور تعظیم کی رو سے تمام امت کی مائیں قرار پائیں کسی اور عورت کو بھی یہ رتبہ حاصل ہوا ہے۔ عورتیں بالطبع کھانا پینا خوش حال گھر ڈھونڈھا کرتی ہیں۔ سو پیغمبر صاحب کو تو خوش حالی ساری عمر نصیب ہی نہیں ہوئی اور ہوتی کہاں سے باپ کو تو آنکھ کھول کے دیکھا تک نہیں دادا نے یتیم پوتے کو پالا تو خیرات کے وقت میں خدا نے ننگا بھوکا نہیں رکھا۔ دادا کے مرے پیچھے چچا ابو طالب نے دستگیری کی تو وہ خود قرضدار اور کثیر العیال تھے۔ ام المومنین خدیجہ رضی کے تعلق سے پیغمبر صاحب کی خوش حالی کا آغاز ہو تو مذہبی مخالفت کی وجہ سے قریش نے ان کو اور ان کے طرفداروں کو شعب ابی طالب میں نظر بند کر دیا برادری سے خارج۔ کھانا پینا موقوف لین دین بند میل جول متروک۔ تو ایسی حالت میں خیالی خوش حالی کیا کام دے سکتی تھی۔ ہجرت کے بعد سے خیال ہو سکتا ہے کہ مدینے میں مردوں سے فتوحات ہونے لگی ہوگی تو فتوحات کا حال یہ ہے کہ زکوٰة کو اور صدقات کو پیغمبر صاحب نے نہ صرف اپنے اوپر بلکہ تمام بنی ہاشم پر حرام کر رکھا تھا اور ان کو لوگوں کے مال کا میل اور ان سے لینے کو ذلیل بے غیرتی فرماتے

ہاں غنیمت کی ایک رقم تھی جس سے خوش حالی کی توقع کی جاسکتی تھی تو عرب کا دستور تھا کہ لڑائی میں جو لوٹ کا مال ہاتھ آتا اس کا چوتھائی فریق غالب کے سردار کا حق ہوتا اور تین چوتھائی لشکر کا۔ پیغمبر صاحب نے چوتھائی کو گھٹا کر پانچواں کر دیا۔ اور پانچویں میں ایک انارا در صد ہمیار واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمساکین وابن السبیل۔ ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ پیغمبر صاحب کے پاس غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئی ہیں آپ نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو جا خبر دی کہ تم شکایت کیا کرتی ہو کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں اور گھر کے کام کاج سے مجھ کو آئی بہت نہیں ملتی کہ بچوں کی خبر لوں۔ ایسے میں جا کر اپنے والد صاحب سے ایک لونڈی مانگ لاؤ فاطمہؓ گئیں اور ان کو پیغمبر صاحب کی عادت معلوم تھی کہ دہ مہاجر مسلمانوں کی تکلیف کے آگے اپنی اور اپنے قرابتمندوں کی تکلیف کی پروا نہیں کرتے ہچکچاتی ہوئی پیغمبر صاحب کے پاس تشریف لے گئیں۔ اتفاق سے اس وقت پیغمبر صاحب گھر تشریف نہیں رکھتے تھے انہوں نے ام المومنین بی بی عائشہ سے اپنا واقعہ بیان کیا اور چلتے وقت کہتی گئیں کہ پیغمبر صاحب کو میرا آنا اور یہ واقعہ یاد دلا دینا پیغمبر صاحب تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے بی بی فاطمۃ الزہرا کے آنے اور آنے کی ضرورت بیان کی ✦

---

لے اور مسلمانوں جان رکھو کہ جو چیز تم لڑائی میں لوٹ کر لاؤ اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ۱۲

پیغمبر صاحبؐ بھی فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اس وقت یہ دونوں میاں بی بی سونے ہی کو تھے انہوں نے پیغمبر صاحبؐ کی آہٹ پائی تو اٹھنے لگے کھڑے ہونے۔ پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا۔ بیٹا لیٹے رہو۔ چنانچہ آپ بی بی فاطمہؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے بیچ میں جا بیٹھے اور فرمانے لگے کہ تم نے جس چیز کی مجھ سے درخواست کی ہے اس سے بہتر ایک چیز تمہیں بتاتا ہوں وہ یہ کہ جب تم دونوں میاں بی بی سونے کے لیے بچھونے پر آیا کرو تو ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لیے خادم سے بہت بہتر ہے تو یہ نہیں کہ پیغمبر صاحبؐ کو خوشحالی ہونے کے مواقع نہ تھے۔ مواقع تو بہتیرے تھے مگر وہ آپ خوشحال زندگی بسر کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اپنے خاندان کے حق میں خدا سے دعا کیا کرتے تھے اللھم اجعل رزق آل محمد کفافاً پیغمبر صاحب کی بڑی خوشحالی اگر اسکو خوشحال سمجھا جائے یہ تھی کہ خیبر بے لڑے بھڑے فتح ہو گیا تھا وہاں کا خراج دستور کے موافق بلاشرکت غیرے خاص پیغمبر صاحب کا حق تھا خیبر سے جو موٹا جھوٹا اناج ازقسم جو وغیرہ برس کے برس آتا وہ امہات المومنین میں علی السویہ تقسیم کیا جاتا ادھر اسمیں تنگی گزر اوقات ہوتی تھی تنگی پر تنگی یہ تھی کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ تنگی کی شکایت کرے ایک وفعہ تنگی رزق سے تنگ آکر امہات المومنین نے پیغمبر صاحبؐ سے فریاد کی تو پیغمبر صاحب روٹھ کر سب کے چھوڑ دینے پر آمادہ ہو گئے دہی مثل ہوئی کہ نماز معاف کرانے گئے روزے گلے پڑے پیغمبر صاحبؐ کو روٹھا دیکھکر ابوبکرؓ نے عائشہؓ کی اور عمرؓ نے حفصہؓ کی

سلہ خدا وندا محمدؐ کی اہل و عیال کو اتنی روزی دے جسمیں وہ سرکش اور مرتکب گناہ نہ ہوں۔

باپ ہونے کی حیثیت سے خوب خوب گوشمالی کی اور تنگی پر گذر کی صورت یہ تہی کہ کسی نے عائشہؓ سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کیسا چھاننا پھوڑنا جیسے جُو آئے پیسے بھوسی پھونک مارکر اُڑادی آٹا گوندھا پکایا کھایا یہ روٹی ہوتی تہی اور سالن نعمؐ الادم الخل ان لوگوں نے غالب غذا کہجوریں کہائیں اور پانی سے اوتاریں یہ تہی پیغمبر صاحب کی زندگی اُن وقتوں میں جب وہ قریب تمام جزایر عرب کے بادشاہ تھے اس زہد اور اسی ایثار میں اگروہ سچے پیغمبر نہ تھے تو پیغمبری باتیں ہی باتیں ہیں۔ پیغمبر صاحب کے حالات عسرت وضیق عیش کہ ہمہ دوست و دشمن سب کو معلوم تھے اسپربھی امہات المومنین نے کیوں پیغمبر صاحب کی زوجیت میں آنا اور رہنا قبول کیا اسکی وجہ شرف ہم بستری کے سوائے اور کچھہ سمجھہ میں آتی نہیں اور ہوسکتی بھی نہیں سوکنوں کی باہمی کناچہنی معمولی اور ضروری بات ہے اور کناچہنی ہوتی ہے تو اغراض خسیسۂ دنیوی کی وجہ سے اور چونکہ امہات المومنین کے حالات میں اس طرح کی بیہودگیوں کا کہیں ذکر نہیں۔ یہ ہی اسبات کی کافی دلیل ہے کہ امہات المومنین کو مذہبی شرف کے آگے دنیوی تبذل اور چھوٹی اغراض پر نظر ہی نہ تہی ورنہ خانہ داری کے ہمہ وقت کے رگڑے جھگڑے پیغمبر صاحب کو اسقدر پریشان کیئے رہتے کہ وہ مقصد اہم اشاعت اسلام کی طرف توجہ کرنے کی مطلق فرصت نہ پاتے وا ذلیس فلیس اس سے پہلے کہ ہم فردی ایک ایک ام المومنین کے ساتھہ پیغمبر صاحب کے نکاح کے حالات لکھہ چلیں یہہ مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شرافت خاندانی کی روسے پیغمبر صاحب کا تعارف کرایا

---

لہ عمدہ سالن سرکہ ہے ۱۲

جائے تاکہ معلوم ہو کہ پیغمبر صاحب کا خاندان کا بڑا عن کا بڑا کیا معزز کیا باوقار خاندان تہا اس مطلب کے لیے ہم آگے چل کر پیغمبر صاحب کا شجرہ نسب نقل کیئے دیتے ہیں اس کے بعد سلسلے کی کڑیوں میں سے خاص خاص کڑیوں کی نسبت مناسب مقام پر کچہہ تشریح بہی کریں گے شجرے پر نظر کرتے وقت یہ بات پیش نہاد خاطر رہے کہ اقوام روزگار میں اہل عرب کو نسب پر بڑا ناز تہا۔ الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر لوگوں کو دادا پردادا سکڑداد اسے اوپر کے نام معلوم نہیں رہتے اور عرب میں دس دس پندرہ پندرہ پشتوں کے نام بچے بچے کو نوک زبان رہتے تھے اور یہ بات عربی دواوین اور حدیث اور سیر کی کتابوں سے بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نسب پر گھمنڈ کرنا بہی ایک حد تک انسان کی جبلت ہے اور عرب میں تو انسان سے گزر کر گہوڑوں اور اونٹوں تک کے نسب نامے محفوظ رہتے تھے اور عجب نہیں اب تک بہی ہوں۔ نباتات اور حیوانات میں بہی اصالت کا اثر دیکھا جاتا ہے ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو

دامن کوہ ہمالیہ میں دیرہ دون کا مشہور مقام ہے اس میں سرکار کی طرف سے عمدہ سانڈ گہوڑے چہوٹے ہوئے ہیں ان سے توپ خانہ کے لیے نسل لی جاتی ہے اسی خیال سے ہم نے اسوقت اس نسب نامے کو لیا جس سے ضرور یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسے شریف خاندان کا آدمی عقلاً ممکن نہیں کہ کسی طرح کی بد وضعی سے اپنے بزرگوں کے نام کو بٹہ لگائے اور خود پیغمبر صلعم تو اپنی ذات سے ایسے نیک خصلت تھے کہ محمدؐ امین کہے جاتے تھے یعنی لوگوں نے غالب صفت امین کو جزو

نام قرار دے لیا تو اب دیکھنا چاہیئے کہ شرافت کا معیار کیا ہے خصائل حمیدہ مکارم اخلاق. ہم نے اپنی کتاب اجتہاد میں ثابت کیا ہے کہ دین و مذہب کی اصل الاصول ہے خدا کو ماننا پھر اسکے پیچھے اوسکی مرضی معلوم کرنا وہ ہم بندوں سے کیا چاہتا ہے پھر اسکی مرضی معلوم کیئے پیچھے اسپر کاربند ہونا اسی کتاب میں ہم نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ خدا کو ماننا اور اسکی مرضی معلوم کرنا دونو باتیں ہمارے لیئے فطری ہیں یعنی ہماری فطرت متقاضی تھی کہ ہم چاروناچار خدا کو مانیں۔ اور وہی فطرت ہم کو اس کی مرضی معلوم کرنے کی طرف مائل کرتی ہے فطرت کی بنا پر ہم اس مقصد پر پہنچے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ کارخانہ عالم کی کل کو جس طرح پر اس نے اپنی حکمت بالغہ سے چلا دیا ہے امن وعافیت کے ساتھ چلنے دیا جائے اس کی رفتار میں کسی طرح کی رکاوٹ نہ ہو۔ کلوں میں تیل کام میں لایا جاتا ہے تاکہ پرزے آسانی سے چلتے رہیں کارخانہ عالم کی کل کا تیل ہے دین ومذہب اور دین ومذہب کی غرض وغایت ہے امن وعافیت۔ غرض مذہب کے جتنے احکام از قسم معتقدات وعبادات ومعاملات ہیں۔ سب کے سب دنیا میں امن وعافیت کے قایم کرنے کے لیئے ہیں۔ اور چونکہ معتقدات اور عبادات سے بھی مقصود اصلی معاملات کی درستی ہے۔ اس رو سے مکارم اخلاق اصل دین سے نہیں ہے۔ کیونکہ تمام اخلاق بیش بریں نیست کہ امن وعافیت اور درستی معاملات کا وسیلہ ہیں اور بس۔ مگر اس نکتے کو بہت ہی کم لوگ سمجھتے ہیں۔ اسے کاش لوگ مکارم اخلاق یا درستی معاملات باہمی کو اصل دین سمجھیں تو امن وعافیت یہاں تک انتہا افزایش ہو۔ اب جتنا کچھ اور جیسا کچھ امن ہے بھی حاکم وقت کے قانون اور ایکے ڈر کے ڈرسے

اور اسی سبب سے لوگ گرفت کا پہلو بچا ہی جاتے ہیں اور برابر نقص امن ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اگر لوگوں کو اعتقاد ہو کہ ابقا، امن و عافیت میں خدا کی مرضی ہے اور خدا قادر مطلق اور دانائے نہاں و آشکارا بھی ہے یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور۔[1] اور اس نے آخرت کی پکڑ اسی مصلحت سے لگائی ہے کہ دنیا کی ناتمامی کو پورا کرے تو سمجھیں کہ جو لوگ دنیا میں بوجہ من الوجوہ نیکوکاری اور فرمانبرداری کے اجر سے محروم رہ گئے آخرۃ میں اپنے کیے کا خمیازہ بھگتیں گے۔ اب ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ تمدن میں آدمی کے معاملات باہمی گوناگوں اور متنوع ہوتے ہیں اسی طرح علیٰ اختلاف الحالات اس کے اخلاق کہیں اس کو غصہ کرنا ہوتا ہے کہیں درگذر کہیں درشتی کہیں نرمی کہیں ملاپ کہیں بگاڑ۔ یہ اخلاق بظاہر ضد یکدیگر معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کو یکساں طور پر مقتضائے فطرت انسانی نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر نہیں ہر ایک خلق اپنے اپنے محل پر مقتضائے فطرت ہے۔ جن لوگوں نے فن اخلاق میں مستقل کتابیں لکھی ہیں انہوں نے جزئیات پر نظر کر کے اخلاق کی بڑی لمبی فہرست بنائی ہے ہم نے اپنی کتاب الحقوق والفرائض کے حصہ سوئم اخلاق میں تمام اخلاق کو اصل واحد حفظ نفس کی فروع قرار دیا تو حفظ نفس دو شکلوں میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔

(۱) جلب ملائم (۲) دفع ناملائم۔ جلب ملائم میں تمام انسانی خواہشیں داخل ہیں جن کا حصول آدمی کی اپنی عافیت کے لیئے ضروری ہے دفع ناملائم میں وہ تدبیریں ہیں جو گزند کے روکنے کے لیئے کرنی پڑتی ہیں۔ یا

---

[1] خدا آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان بھیدوں کو بھی جو لوگوں کے دلوں میں پوشیدہ ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ سخاوت اور شجاعت انسان کے اخلاق یعنی مذہب کی دو بڑی قسمیں ہیں پہلی دوسروں کے لیے اور دوسری اپنے لیے اور ہر ایک کے ذیل میں بہت سی جزئیات ہیں مثلاً رحم اور تواضع کو ہم ایک طرح کی سخاوت کہیں گے اور کبر و ظلم کو شجاعت کے تحت میں رکھیں گے۔ باہمی تمیز بھی اعتباری ہی ورنہ انسانی اخلاق ایسے ایک دوسرے سے مخلوط ہیں کہ اشتباہ بھی ہو جاتا ہے اس رو سے ہم سخاوت پر بھی شجاعت کا اطلاق کر سکتے ہیں. ایک مصنف نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ سخاوت اور شجاعت قسم یکدیگر نہیں بلکہ لازم و ملزوم ہیں کہ جو بہادر جان کے دینے میں دریغ نہ کرے مال کے دینے میں بخل کر نہیں سکتا۔

خیر یہ تو مصنفوں کی موشگافیاں ہیں ہم کو اس جگہ اس سے غرض ہے کہ عرب کے لوگوں میں جو کچھ بھی خرابیاں رہی ہوں وہ بہادری اور مہماں نوازی میں سب سے پیش پیش تھے خصوصاً پیغمبر صاحب کے اجداد امجاد۔ ان کی خصوصیت کی وجہ تھی خانہ کعبہ کی متوارث تولیت پہلے تولیت کعبہ کے معنے سمجھو کہ تولیت سے سقایت. رفادت حجابت بدوت۔ لوار۔ قیادت یہ بھی خدمتیں متعلق تھیں۔

چار ہزار برس کے لگ بھگ ہوئے آئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جن کو یہود اور نصاریٰ اور مسلمان کل اہل کتاب یکساں طور پر پیغمبر برحق مانتے ہیں اپنی بی بی ہاجرہ اور فرزند اکبر اسمٰعیل علیہ السلام کو جو ہاجرہ کے بطن سے تھے۔ زمین مکہ میں لاکر بسایا۔ اسوقت شہر مکہ کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا سنگلاخ۔ پہاڑی زمین اجاڑ پڑی تھی دیہی

باپ بیٹوں نے عبادت کے لیئے چار دیواری بن کوٹھے کی طرح لمبوتری جگہ گھیر دی جو کعبہ کہلائی۔ کچھ کم چار ہزار برس کی بات ہے اس سے سمجھ لو کہ ابراہیمؑ نے کس طرح کعبہ بنایا ہوگا چھت تک نہیں پائی۔ مگر تنہا کیا کہ ابراہیمؑ جبکہ ہر طرف بت پرستی پھیلی ہوئی تھی۔ بڑے شد و مد کے ساتھ عقیدۂ توحید کے پہلے رواج دینے والے تھے تو کعبہ پہلی اور اکیلی مسجد تھی جو خدائے واحد کی عبادت کے لیے بنائی گئی کوئی عمارت اس ترقی کے زمانے میں بھی کیسی ہی مستحکم بنائی جائے آخر کار کبھی نہ کبھی بوسیدہ ہوکر ضرور تجدید یا مرمت کی محتاج ہوگی اور ایسا ہی دیکھا بھی گیا ہے ؎

لَہَا مَلَکٌ یُنَادِی کُلَّ یَومٍ — لِدُوا لِلْمَوتِ وَابْنُوا لِلْخَرَابِ[۱]

یہی حال ابراہیمؑ کے بنائے ہوئے کعبے کا ہوا ہے کہ جب سے بنا ہے چھ بار اسکی تجدید ہو چکی ہے اور مرمت اور تحسین اور تزئین کا تو کچھ شمار ہی نہیں۔ ثبات و قیام عمارت کے لحاظ سے غنیمت ہے کہ حجاز کے علاقے میں جہاں کعبہ ہے برسات نہیں ہوتی یا ہوتی تھی تو بہت کم ورنہ خدا جانے اس عرصے میں کتنی بار تجدید کرنی پڑتی۔ برسات تو معمول سے نہیں ہوتی مگر پہاڑی نالوں کا سیلاب آکر کبھی کبھی کعبے کا طواف کر جاتا تھا۔ تین مرتبہ تو سیلاب کی وجہ سے کعبے کی تجدید کرنی پڑی ہے دو بار آگ کے لگنے سے مسار ہو گیا تھا از سر نو بنایا گیا۔

---

[۱] زمین پر ایک فرشتہ ہر وقت پکارتا رہتا ہے کہ مرنے کے لیئے قبر اور اجاڑ ہونے کیلیے عمارتیں بناؤ

# حضرت مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶

## کا فوری جنتری سنہ ۱۹۱۵ء

سنہ ۱۵ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے اور بلاقیمت و محصول ڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھ کر بھیج دیجئے۔ جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کردی جائے گی +

## تندرستی کی گفتگو

اپنی صحت کو درست رکھنے کے لیے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی من مانی جسکو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں۔ دولتمند گھی۔ دودھ میوہ۔ وغیرہ کھاتے ہیں اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں۔ غریب کم خرچ۔ جڑی بوٹی۔ اور چٹکلے کھوجتے رہتے ہیں۔ اس جاڑے کے موسم میں ایسے مقویات کا کھانا بھی نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کو موافق ہوتی ہے اس فکر اور وقت کو دور کرنیکی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جسمیں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ اسقدر لیاقت سے باہر خرچ ہے وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی کی گولیاں ہیں۔ آپ بھی آزمائش کرکے دیکھئے۔ یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں اور خون کو نیا پیدا کرتی ہیں۔ جوانی کی بے اعتدالیوں کیوجہ جو خرابی ہو۔ اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو سب شکایتیں دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں اگر آپ آزمائش کرنا چاہیں تو ایک لفافے کے اندر دو پیسے کا ٹکٹ اور دس شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام و پورا پتہ لکھ کر بھیج دیجئے۔

نمونہ مفت۔ بذریعہ ڈاک کے بھیجدیا جائیگا قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی ایک روپیہ محصولڈاک ۵؍

**ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ**